إِنَّ اللّٰهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ
علمی، دینی، اصلاحی اور معلوماتی
اللطیف
دار العلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللطیف

ویلور

سالنامہ

۳۵ واں شمارہ

بہ یادگار

شیخ المشائخ اعلیحضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر قادری

(رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین خانقاہِ حضرت قطبؒ ویلور۔)

و

مولانا مولوی ابوصالح عماد الدین سید شاہ محمد ناصر قادری المعروف میراں پاشاہ

(رحمۃ اللہ علیہ)

مدیر موسس

حضرت اقدس مولانا ابوالحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر قادری رحمۃ اللہ علیہ
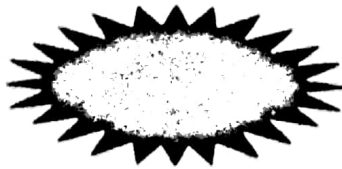
تاریخ اجراء

بروز یکشنبہ ۱۰ شعبان المعظم سنہ ۱۴۱۷ھ بمطابق 22 دسمبر سنہ 1996ء

زیر نگرانی:

مولانا مولوی ابو محمد سید شاہ محمد عثمان قادری ایم اے؛ بی کام، (عثمانیہ)
ادیب فاضل (مدراس) ناظم دار العلوم لطیفیہ، ویلور

مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری ادیب فاضل (مدراس)
نائب ناظم دار العلوم لطیفیہ۔ ویلور

زیر ادارت:

مولانا مولوی پی محمد ابو بکر بلبباری لطیفی قادری مدرس دار العلوم لطیفیہ ویلور

مولانا مولوی حافظ ابو النعمان شبیر الحق قریشی قادری لطیفی مدرس دار العلوم لطیفیہ ویلور

نمائندگانِ طلباء:

- ۱۔ محمد جاوید — میسور۔ (کرناٹکا)
- ۲۔ اے۔ قاسم — پالگھاٹ (کیرلا)
- ۳۔ سید امجد قادری — تاڑپتری (آندھرا)
- ۴۔ سید قادر بادشاہ — کنڈے بلی (کرناٹکا)
- ۵۔ امتیاز احمد — جمشید پور (بہار)
- ۶۔ سید شاہ حسین قادری — گلبرگہ (کرناٹکا)

سنہ ۱۴۱۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامینِ اللطیف سنہ 1996ء

غزل

از

قدوۃ السالکین سراج العارفین حضرت مولانا رکن الدین محمد
سید شاہ ابوالحسن قادری قربی رحمۃ اللہ علیہ

اے مہ سنگدل خدا سوں لاج — کچھ فقیراں اُپر کرم کر آج
سیر تیری گلی کا اے مہ وش — عشق کے بے دلاں کا ہے معراج
سات تیرے ہر آن ہے شیریں — تلخ ہے دل کوں زندگی تجھ باج
تیرا غمزہ کماں ابرو سوں — مارِ دِل کو کیا ہوں میں آماج
شہرِ دل کو کیا ہے حالی توں — راج کر راج سب ہے تیرا راج
عشق کی رہ میں عقل یوں ہے ضعیف — جیوں کے پنجے میں باز کے درّاج
غیر کی بُو نہیں رہی دل میں! — جلوۂ دوست سب کیا تاراج
حق یگانہ ہے توں ہی بیگانہ — لج پکڑ یک ذری ارے بے لاج
نحن اقرب الیہ بولیا ہے — کاں ہے موجود جگ منے حق بلج
ہور، تو ذاتی خودی سوں ہوں باقی — حق سو کر ایک پنت میں سو کاج
گردِ راہِ فنا ہوا ہے جن! — سب خلایق کے سر کا او ہے تاج

فقر کی رہ کا او ہے شہ قربی
جو خدا کا بی نا اچھے محتاج

پیش کش

سید شاہ ہلال احمد صاحب قادری عرف ہلال پاشاہ
نائب ناظم دارالعلوم لطیفیہ۔ ویلور

ہر اک کو سرور آہ و زاری سے ملا
اور آنکھوں کو نورِ اشک باری سے ملا
سجدہ میں ہر اک زمیں پہ سر رکھتا ہے
یہ رتبہ زمیں کو خاکساری سے ملا

کب تک ہے بقائے تن فنا کو معلوم
کب تک ہے یہ زندگی قضا کو معلوم
ہر سانس یہ کہہ رہی ہے جاتے جاتے
جاتی تو ہوں واپس خدا کو معلوم

دونوں موجود کوئی معدوم نہیں
دونوں ہیں یقینی کوئی موہوم نہیں!
ہے ایک وجود با وجود من و تو
تو مجھ میں ہے؟ میں تجھ میں ہوں؟ معلوم نہیں

کس متن کی تفسیر ہوں معلوم نہیں!
کس ہاتھ کی تحریر ہوں معلوم نہیں
میں ہوں کہ مرے پردے میں ہے اور کوئی
صورت ہوں کہ تصویر ہوں معلوم نہیں

افتتاحیہ

ادارہ

ہندوستان میں اسلام کی بقا و حفاظت اور نشر و اشاعت میں صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کا کردار ناقابلِ فراموش ہے۔ یہ حضرات تصوّف و عرفان کے رمز شناس ہونے کے علاوہ کتاب و سُنّت اور فقہ میں عظیم درک اور گہری بصیرت کے مالک رہے اور ان کی ذوات سے تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیۂ نفوس و تطہیر قلوب کا سلسلہ جاری و ساری رہا۔ بمصداق ؎

درکف جام شریعت درکف سندان عشق
خوشا مسجد و مکتب و خانقاہے
کہ در وے بود قیل و قال محمدؐ

جنوبی ہند کے تاریخی شہر ویلور دارالسرور میں حضرت مولانا مولوی سید شاہ ابوالحسن قربیؒ قادری نے سنہ ۱۱۷۹ھ میں قلعۂ ویلور کے شمالی حصہ میں ایک خانقاہ تعمیر فرمائی جو اس عہد کے مزاج اور ماحول کی مناسبت سے قرآن و حدیث کی درس گاہ، علوم و فنون کا دارالعلوم فقہی مسائل و احکام کے لیے دارالافتاء، دعوت و تبلیغ کے لیے افراد سازی کا قلعہ اور صوفیانہ سلوک کی تربیت گاہ تھی۔

افضل العلماء مولانا محمد یوسف کوکن عمری اپنی کتاب "کرناٹک میں عربی اور فارسی" (انگریزی) میں اس خانقاہ کی علمی و ادبی اور تربیتی خدمات سے متعلق لکھتے ہیں:

"حضرت مولانا مولوی سید شاہ عبداللطیف ذوقی قادری علیہ الرحمہ علم و ادب اور طالبانِ علوم کے لیے مرکز بن گئے اور مختلف علاقوں سے طلبا آپ کے نزدیک استفادہ کے لیے حاضر ہونے لگے اور آپ ان کے لیے خورد و نوش کا انتظام کرتے تھے۔"

ہندوستان بھر میں اس طرح کی خانقاہوں اور صوفیانہ شخصیتوں کے ذریعہ کتاب و سنّت

کی تعلیم کے ساتھ افراد سازی کا کام ہوتا رہا اور بے شمار طالبانِ علوم نبوت اور سالکانِ راہِ سلوک علم وفضل اور تزکیہ و تصفیہ کی نعمت سے بہرہ ور ہوتے رہے اور اپنے علم وفضل اور سیرت و اخلاق سے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں مصروف عمل رہے۔ چراغ سے چراغ جلتا رہا اور ہر سو روشنی بکھرتی رہی۔ تعلیم وتربیت اور دعوت و تبلیغ کا یہ زمانہ ایک نئے دور میں داخل ہوگیا اور وتلك الايام نداولها بين الناس کی یہ تفسیر ہوی کہ حکومتیں بدلتی گئیں۔ حالات بدلتے گئے اور نئے نئے تقاضے سامنے آتے گئے اور اسلام کی حفاظت اور مسلمانوں کی تعلیم و اصلاح اور ملّت کا تشخص برقرار رکھنے کے لیے دینی درس گاہیں وجود میں آنے لگیں۔ اور ان سے ہزاروں افراد علم وفضل کی دولت سے فیض یاب ہونے لگے۔ اور اپنی تحریر و تقریر اور تدریس کے ذریعہ اسلام کی خدمت انجام دینے لگے۔ اور یہی وہ علماء و فضلا اور دینی درس گاہیں ہیں جن کی بدولت ہندوستان میں اسلام کی تعلیمات زندہ ہیں۔

موجودہ دور میں دین کے تحفظ کے ساتھ دین کی دعوت کا کام بھی نہایت اہم اور ضروری ہے۔ تاکہ اللہ کا پیغام سارے انسانوں تک پہنچ سکے۔ اس وسیع اور عظیم کام کے لیے ضروری ہے کہ مدارس میں اسلامی و عربی علوم کے ساتھ ساتھ انگریزی کی تعلیم، زبان وادب پر عبور و دسترس حاصل ہونے کی حد تک دی جائے تاکہ یہاں سے نکلنے والے علماء وفضلا بین الاقوامی زبان میں اسلام کی تعلیمات پیش کر سکیں۔ اور دیگر مذاہب والوں کو دینِ حق سے روشناس کرا سکیں۔ اس مقام پر جنوبی ہند کی معروف و علمی و عبقری شخصیت حضرت مولانا مولوی سید شاہ عبداللطیف قادری المعروف بہ قطب ویلور کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا۔

آپ کو علم ہیئت سیکھتے وقت ہندوستان میں معتبر کرّہ (گلوب) دستیاب نہ ہوسکا۔ تلاش وجستجو کے بعد انگلش کرّہ ملا۔ لیکن اس سے استفادہ کرنے میں آپ کو یہ دشواری پیش آئی کہ آپ انگریزی زبان سے ناواقف اور نابلد تھے اور مقامات کے نام انگریزی میں تھے۔ اس واقعہ کا اثر یہ ہوا کہ آپ انگریزی زبان سیکھنے کی جانب مائل ہوگئے۔ اور اس پر کامل عبور حاصل کر لیا یہاں تک کہ اس میں مطالعہ کی عادت ڈال لی۔ آپ کے زمانہ میں ہندوستان برطانوی اقتدار کے زیر اثر تھا۔ عیسائی مشنری پوری طرح متحرک اور فعّال تھی۔ عیسائی پادری مسلمان علماء کو علانیہ مناظرہ کی دعوت دے رہے تھے اور اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ مذہبِ عیسائیت کی فضیلت و

برتری اور تفوق ظاہر کر رہے تھے۔ ان حالات میں حضرت قطب ویلور نے عیسائی لٹریچر کا مطالعہ براہِ راست انگریزی زبان میں کیا اور تحریف شدہ دینِ عیسوی کی کتابوں سے تقریباً تین سو تناقص پیش کیا اور بے شمار اعتراضات اور اشکالات بیان فرمایا۔ جسے دیکھ کر عیسائی اہلِ علم بے چین اور حیران رہ گئے۔ (کذا فی مطلع النور)

قطب ویلور کی یہ انگریزی دانی دعوت و تبلیغ کے میدان میں بھی کارآمد ثابت ہوی۔ چناں چہ آپ نے فرماں روائے انگلستان کوئین وکٹوریہ کو انگریزی میں مکتوب بھیجا۔ جس میں عیسائیوں کے غلط عقائد کی نشان دہی کرتے ہوئے دعوت اسلام دی تاکہ الناس علی دین ملوکھم: (لوگ اپنے بادشاہوں کے طریقے پر چلتے ہیں) کے تحت ملکۂ برطانیہ کے اثر سے رعایا بھی حلقۂ بگوش اسلام ہو جائے۔

مولانا حکیم سید عبدالحی سابق ناظم ندوۃ العلماء، لکھنؤ اپنی عربی تصنیف "نزھۃ الخواطر" میں لکھتے ہیں:-

وھو تلقی اللغۃ انکلزیۃ فی کبوسنہ وبعث رسالۃ فی تلک اللغۃ الی ملکۃ انکلزا ویدعوھا الی الاسلام

صاحبِ 'نزہۃ الخواطر' کے صاحب زادے 'تذکرۂ اقطابِ ویلور' کے مقدمہ میں حضرت قطب ویلور کے علمی ودینی خاندان کے بارے میں لکھتے ہیں:

معتدل ومتوازن صوفی سلسلوں کی طرح اس صوفی خانوادے نے بھی اسلام کی عطا کردہ جامعیت و توازن کو برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے اور اپنی زمانہ شناسی کا ثبوت دیا ہے۔ جس زمانہ میں انگریزی تعلیم کے بارے میں علماء میں اختلاف رائے تھا۔ اس سلسلہ کے علماء نے انگریزی تعلیم حاصل کی اور اس میں دعوتی کام انجام دیا۔

موجودہ دور میں سائنس کی ایجادات، جدید انکشافات، نئے علوم، نئے فنون اور جدید فلسفے وجود میں آرہے ہیں۔ جن سے متاثر ہوکر یہ محسوس کیا جارہا ہے کہ اسلامی درسگاہوں میں سائنس اور دیگر علوم کی تعلیم دی جانی چاہیے۔ اس فکر واحساس کو کلی طور پر درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کیوں کہ یہ حقیقت ہمارے پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ ان مدارس کے قیام کا مقصد سائنسی علوم اور صنعتی فنون کی ترویج اور ان کے ماہر افراد تیار کرنا نہیں ہے بلکہ ایک ایسی جماعت کی تشکیل مقصود ہے جو مسلمانوں میں تعلیم وتربیت اور اصلاح و

تذکیر کا کام انجام دے۔ عربی کا مقولہ ہے: طلب الکل فوت الکل : ہر فن میں کمال پیدا کرنے کی طلب تمام فنون میں ناقص اور ادھورے پن کی علامت ہے۔ لکل فن رجال ہر فن کے لیے مخصوص و موزوں اور لائق افراد ہوتے ہیں اور وہی اس کا بہتر حق ادا کر سکتے ہیں اور یہ ایک ایسی کھلی ہوئی حقیقت ہے جس کا مشاہدہ عام ہے کہ ایک فن کا ماہر دوسرے فن میں دخل انداز ہونے سے مجتنب رہتا ہے۔ لیکن یہ بڑی عجیب و غریب بات ہے کہ طبعیات جغرافیات، فلکیات، نباتات، حیوانیات، فلسفیات، صنعتیات اور سائنسیات کی دنیا میں کوئی یہ آواز نہیں اٹھاتا کہ ان کے اندر فلاں علوم اور فلاں دراسیات کو شامل ہونا چاہیے بلکہ ان میں سے ہر شعبہ کو ایک ہی فن کے ساتھ مخصوص رکھا جاتا ہے۔ صرف اسلامیات کا شعبہ ہی ایسا رہ گیا ہے جس میں ہر طرح کی چیزیں شامل کرنے کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے اور بغیر کسی مہارت و اختصاص اور بغیر کسی استعداد و اعتماد کے ہر کس و ناکس کے لیے تعلیم و تفہیم اور دعوت و ارشاد کا منصب تفویض کیا جاتا ہے۔

ہاں! یہ بات اپنی جگہ کسی حد تک درست ہے کہ علماء و فضلاء کو عصری تحریکات جدید فلسفے، سائنسی حقائق اور اسلام مخالف نظریات کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ حالات کو صحیح طور پر سمجھ سکیں اور بہتر و مؤثر انداز میں دین کی دعوت دے سکیں اور اسلام مخالف نظریات و خیالات کی تردید اور ابطال کر سکیں۔ جیسا کہ ماضی میں بھی علماء نے اس قسم کی نظیر پیش کی ہے کہ انہوں نے وقت اور زمانے کے مروّجہ علوم مثلاً علم کلام اور علم فلسفہ وغیرہ کی جانب توجّہ مبذول کی اور ان سے استفادہ کرتے ہوئے وقت اور حالات کے مدّنظر اسلام کی بروقت اور صحیح ترجمانی کی۔

ہر دَور اور ہر زمانے کے کچھ تقاضے ہوا کرتے ہیں۔ جن کو کلّی طور پر قبول نہیں کیا جا سکتا اور رد بھی نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ تحقیق و تجزیہ کی روشنی میں مفید اور کارآمد تقاضوں کو قبول کرنا چاہیے۔ جیسا کہ آج مختلف زبانوں پر عبور و ملکہ اور ان کے اندر تقریر اور تحریر کی قوت و استعداد کا ہونا وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ پریس اور جدید آلات کی ایجاد نے ساری دنیا کو سمیٹ کر اس قدر قریب کر دیا ہے کہ زبانوں کا بُعد اور اجنبیت ختم ہو رہی ہے اور لوگ ایک دوسرے سے قریب ہونے جانے اور آراء و موافق عقل واستدلال کی روشنی میں پھیلائے جا رہے ہیں اور بڑی تیزی سے ان کی تشہیر ہو رہی ہے۔ ایسی صورت میں علماء کے اندر زبان دانی اور تحریر و تقریر کا مادّہ مفقود ہو تو ان کا علم و فن اور کمال ایک

پوشیدہ خزانہ کی طرح ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ عصری تقاضوں کے تحت جدید انداز سے اسلام کے پیغام کو عام کرنے کی سعی کی جائے۔

اس وقت ایک اہم اور قابلِ توجہ مسئلہ علماء کی اقتصادیات اور معاشیات بھی ہے کہ ان حضرات کی تعلیمی فراغت کے بعد انہیں پُروقار اور خوش گوار معیاری زندگی گزارنے کے لیے کیا ذرائع ہونا چاہیے۔ موجودہ دور میں معاش کا مسئلہ زندگی کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ جس کی طرف علماء کی غفلت اور بے توجہی نہ صرف زندگی کی ضروریات وحاجات کی تکمیل سے عاجز و قاصر رہنے کے مترادف ہے بلکہ دینی خدمات انجام دینے میں بھی رکاوٹ کا سبب ہے۔ اسی لیے ماضی میں بھی علماء اپنے علم کے ساتھ کوئی ایک ذریعۂ فن اور ہنر رکھتے تھے تاکہ اس کے ذریعہ سے اپنا روزگار اور معاش حاصل کر سکیں۔

حضرت قطب ویلور علیہ الرحمہ علم وفضل کے امام تھے اور آپ کے مریدین کی تعداد سات لاکھ سے متجاوز تھی۔ ساری زندگی علم اور دین کی خدمت میں صرف کر دی۔ چناں چہ آپ کے شب وروز کے معمولات سے متعلق تذکرہ نولیس لکھتے ہیں:

"نمازِ اشراق پڑھنے کے بعد مدرسہ میں آتے، تفسیر و حدیث کا درس بارہ بجے تک دیا کرتے تھے۔ دوپہر کھانے کے بعد تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے تھے۔ اگر فتاوے ہوتے تو ان کا جواب تحریر فرماتے۔ نمازِ ظہر کے بعد مریدین کو تعلیم دیتے تھے۔ ہر ہفتہ میں دو مرتبہ مدرسہ میں وعظ فرماتے تھے۔ مردوں میں جمعہ کو اور عورتوں میں سہ شنبہ (منگل) کو تقریر فرماتے تھے۔ اور ہر روز نماز مغرب کے بعد عشاء تک قرآن کریم کی تفسیر بیان کرتے تھے۔"

حضرت قطب ویلور علیہ الرحمہ درس وتدریس، تصنیف وتالیف، وعظ وتذکیر اور تزکیہ وتطہیر میں اس قدر منہمک ومصروف رہنے کے باوجود معاش وروزگار کی تحصیل سے بے تعلق نہ تھے۔ زراعت کیا کرتے تھے اور بہ نفس نفیس کھیت اور آم کے باغات تشریف لے جاتے تھے اور اس سے حاصل ہونے والے غلہ واناج اور آمدنی لپنے اہل وعیال ومتعلقین اور مہمانوں پر خرچ کیا کرتے تھے اور آپ حکیم حاذق وطبیبِ ماہر بھی تھے۔ مریضوں کی تشخیص علاج ومعالجہ اور طبّی ہدایات ومشوروں کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ یہی ہے صوفیانہ اور عالمانہ

زندگی کی ایک جھلک، جس کی ترغیب حضرت خواجہ نظام الدّین اولیاء علیہ الرحمہ نے ان الفاظ میں دی: دست بکار و دل بیار ہاتھ کام میں رہے اور دل یار (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ جڑا رہے۔

مدارس کے فارغ علماء کے معاش و روزگار سے متعلق حضرت مولانا ابوالحسن صدرالدین سید شاہ محمد طاہر قادری علیہ الرحمہ سابق ناظم دارالعلوم لطیفیہ کا یہ اقدام بھی قابل ستائش اور لائق تقلید ہے کہ انہوں نے دارالعلوم لطیفیہ ویلور کا الحاق مدراس یونیورسٹی سے کروادیا تاکہ فارغین دینی تعلیم سے آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ یونیورسٹی کی ڈگریاں بھی حاصل کرلیں تو اسکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں درس و تدریس اور ریسرچ و تحقیق کے مجاز قرار پائیں گے اور عصری تعلیم گاہوں میں پہنچ کر اپنے علم و فضل اور سیرت و کردار کے ذریعہ اسلام کی بہتر خدمت انجام دے پائیں گے۔

حاصل کلام!

مدارس سے فارغ ہونے والے علماء و فضلاء اپنے مستقبل اور اپنے معاش کو مدارس اور مساجد ہی سے منسلک اور وابستہ نہ کرلیں بلکہ طب و حکمت، صنعت و حرفت اور تجارت وغیرہ کے ذریعہ اپنے مستقبل کا تحفظ اور معاشی استحکام پیدا کرلیں۔ اور اسلام کی خدمت خالصتاً لوجہ اللہ انجام دیں تو یہ دولت خیر من حمر النعم کے مصداق ہوگی

وما علینا الا البلاغ ۞

روئداد دارالعلوم لطیفیہ

ادارہ

العالم بلا عمل کشجر بلا ثمر : عالم بے عمل کی مثال شجر بے برگ و بار ہوتا ہے۔ علم کے شانہ بہ شانہ اگر عملی جوہر نہ رہا تو یقین جانیے کہ جتنا وہ مفید ہو سکتا ہے نقصان دہ بھی ہے۔ علم کے صحیح نتائج وثمرات اس وقت مرتب ہو سکتے ہیں جب جذبۂ عمل بھی اس کے مساوی ہو۔

حضرت امام ابن الجوزی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں تم جتنا اپنے علم سے فائدہ اٹھاؤ گے، اس اعتبار سے دوسرے بھی تمہارے علم سے فائدہ اٹھائیں گے اور اس کی صورت صرف عمل ہے۔

ایک عالم خصوصی عنایات واکرام کا مستحق اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ میدانِ عمل میں بھی اسی طرح جہدِ مسلسل کرتا رہے۔ علم کی روشنی کو لے کر آستانۂ الٰہی اسی وقت پہنچ سکتا ہے جب وہ روغنِ عمل سے اپنے چراغ علم کی روشنی کو باقی رکھنے کا کوشاں رہے۔ مقصودِ حقیقی پانے کے لیے مرکبِ عمل جب تک نہ ہو اس کا ہر فکر وخیال خام ہے۔ جب وہ اپنے آپ کو پورے طور پر اتباعِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھال دے پھر کہیں وہ منزل کو پا سکتا ہے۔

آغازِ سالِ نو

ہندوستان کے اکثر علاقوں سے آنے والے طلبۃ العلوم کا داخلہ بحمد اللہ مورخہ ۱۱ر شوال المکرم ۱۴۱۶ھ مطابق 23ر فروری 1996ء بروز پنجشنبہ کو ہوا۔

دورۂ حدیث

دارالعلوم لطیفیہ کے عالی شان ہال میں صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف کے دورۂ حدیث کا آغاز محترم المقام حضرت مولانا سید شاہ ابو محمد عثمان پاشا قادری صاحب ایم اے؛ ناظم دارالعلوم لطیفیہ کی دعاؤں سے مورخہ ۲۵ر شوال المکرم ۱۴۱۶ھ مطابق 16ر ماہ مارچ 1996ء روز شنبہ کو ہوا۔ نیز مورخہ

۲۰ رجب المرجب سنہ ۱۴۱۷ھ مطابق 2 ماہ دسمبر سنہ 1996ء روزِ دوشنبہ، ناظم موصوف ہی کی دعاؤں سے پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

ادبی افتتاحی اجلاس

حسبِ عادت امسال بھی انجمن دائرۃ المعارف کے سالانہ ادبی افتتاحی جلسہ کے موقع پر عالی جناب حضرت سید شاہ ابو محمد عثمان پاشا قادری صاحب ایم۔ اے؛ ناظمِ دارالعلوم لطیفیہ نے صدارت فرمائی۔

جس میں بحیثیت مہمانِ خصوصی حضرت مولانا محمد امین سیٹھ المعروف بہ امان اللہ شاہ آمری چشتی قادری ایم اے؛ (اردو) ایم اے؛ (فارسی) ایم فل؛ پوسٹ گریجویٹ، گورنمنٹ مدرسۂ اعظم، ہائر سکنڈری اسکول، مدراس موعود تھے۔

جلسہ کا آغاز قرأتِ کلامِ پاک، نعت شریف کے ساتھ ہوا۔ مہمانِ خصوصی نے تعلیم و تعلم اور زبان دانی کی اہمیت پر سیر حاصل بحث فرمائی اور فرمایا کہ تعلیم کا مقصد محض کسبِ رزق نہیں بلکہ سیرت و شخصیت کی تعمیر کرنا ہے۔ نیز انسانیت کی خدمت ہے۔ موصوف کی تقریر سے اساتذۂ کرام اور طلبائے دارالعلوم بہت زیادہ محظوظ ہوئے۔

اور نائب ناظم، حضرت مولانا سیّد شاہ ہلال احمد قادری نے انجمن دائرۃ المعارف کے عہدیداروں کے نام پیش فرمائے۔ پھر مولوی شیخ فضل اللہ صاحب مدّرس، دارالعلوم لطیفیہ نے تشکریہ ادا فرمایا۔ اس کے بعد حضرت مولانا سید شاہ ابو محمد عثمان پاشا قادری ایم اے؛ ناظمِ دارالعلوم لطیفیہ کی دعاؤں پر یہ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

اسبابِ صحت

اوقاتِ تعلیم کے بعد عصر و مغرب کے درمیان طلبۃ العلوم کو کھیل کود کا موقع دیا جاتا ہے۔ طلباء اپنی خواہش کے مطابق مختلف کھیل مثلاً والی بال، بیاٹ منٹن، ٹینی کائٹ، کرکٹ وغیرہ کھیلوں میں حصّہ لیتے ہیں۔ جس سے طلبۃ العلوم کی دماغی تھکن و سستی دُور ہوتی ہے اور یہ چیز صحت و تندرستی کے لیے بہت ضروری ہے۔

نویدِ مسرّت

امسال بھی مدراس یونیورسٹی کے امتحانات میں اکثر طلباء شریک ہوئے۔ بحمد اللہ! نمایاں کامیابی حاصل کی۔

دارالعلوم کے امتحانات

مورخہ ۱۷ ماہ آگست سنہ ۱۹۹۶ء مطابق ۲ ربیع الثانی سنہ ۱۴۱۷ھ روز شنبہ ششماہی امتحانات اساتذۂ کرام

کے زیرِ نگرانی ہوئے۔ اس کے بعد مورخہ ۲۵ رجب المرجب سنہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۱ ماہِ دسمبر سنہ ۱۹۹۶ء روز شنبہ دارالعلوم کے سالانہ امتحانات شروع ہوئے اور ایک ہفتہ تک جاری رہے۔

عباپوشی و اعطائے اسناد

دارالعلوم کا سالانہ اجلاس بڑی شان و شوکت کے ساتھ منعقد ہوا۔ جس کی صدارت محترم المقام عالی جناب مولانا سید شاہ ابو محمد غثمان پاشا قادری صاحب ایم۔ اے، نے فرمائی اور خود اپنے دستِ بابرکت سے فارغین کو عبائیں اور اسناد عطا فرمایا۔ اس اجلاس میں مقامی و بیرونی علمائے کرام و حکمائے عظام اور مقتدر علم دوست حضرات کثیر تعداد میں مدعو تھے اور سب کے سب علمائے کرام کی تقاریر سے بہت محظوظ ہوئے۔

تقسیم انعامات

اسی دن شام میں ایک دوسری نشست ہوئی۔ جس میں درسیات مقالہ نویسی، مقابلۂ تحریر و تقریر اور گیمس و اسپورٹس میں اول و دوم آنے والے طلبا اور عہدہ داروں کو جو سال بھر تندہی کے ساتھ خدمات پیش کئے تھے ان تمام کو اعلیٰ و قیمتی انعامات سے نوازا گیا۔

ہدیۂ تشکر

ادارہ سالنامہ المطیفیہ کے مدیران و کاتب شریف برکاتی و طباعت کنندہ جناب علیم صبا نویدی صاحب کا ممنون ہے کہ انھوں نے رسالہ کی صوری و معنوی تحسین و تزئین میں خلوص و للّٰہیت کا اظہار فرمایا اور اُن حکیموں اور ڈاکٹروں کا مشکور ہے جو ہمارے طلبا کی صحت کا ہمیشہ سے خیال کرتے ہوئے آئے ہیں۔ نیز اُن مدیرانِ اخبار کا بھی مشکور ہے جو دارالعلوم لطیفیہ کی کارروائیوں کو شائع کرتے رہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے صدقے دارالعلوم سے عقیدت و محبت رکھنے والوں کو دین و دنیا میں کامیاب و کامران فرمائے۔

آمین ثم آمین!

جواہر القرآن

مولوی حافظ ابوالنعمان بشیر الحق قریشی قادری ایم اے؛ استاذ دار العلوم لطیفیہ۔ ویلور

اسلام میں معاملات کی درستگی اور صفائی پر کافی زور دیا گیا ہے کیوں کہ معاملات کی بہترین خوبی اور خوش اسلوبی و سلیقہ مندی خوش گوار تعلقات اور دیر پا روابط کو جنم دیتی ہے اور اچھے تعلقات ہی سے ایک اچھا معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ اور جس معاشرہ کے افراد میں انسانی اور اخلاقی اقدار پائے جاتے ہوں وہی معاشرہ تعمیر و ترقی اور فوز و فلاح کی راہ پر گام زن رہتا ہے۔ جس سے لوگوں کی زندگیاں بھی مسرت و شادمانی سے بھرپور رہا کرتی ہیں۔ اگر آپس کے معاملات خوش نیتی اور خدا کی خوش نودی کے خاطر کئے جائیں تو یہی معاملات عبادت کا درجہ اختیار کر جاتے ہیں۔ اور اجر و ثواب اور رحمت کا باعث بنتے ہیں انسان کی زندگی ہمیشہ ضرورتوں اور حاجتوں کے دھاروں سے گزرتی رہتی ہیں اور بعض اوقات ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں جن میں آدمی دوسروں سے قرض لینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ قدیم زمانہ میں بھی قرض اور ادھار لینے کا رواج تھا اور آج بھی نہ صرف اشخاص اور افراد بلکہ بڑی بڑی حکومتیں، کمپنیاں اور ادارے قرض لیتے ہیں گویا قرض زندگی کا ایک حصّہ بن چکا ہے۔ جس کے ذریعہ تجارتی، معاشی اور اقتصادی مسائل حل کئے جاتے ہیں اور تعمیراتی و ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل کی جاتی ہے۔ قرض کے موضوع پر قرآن و حدیث کی تصریحات کا ایک سرسری جائزہ پیش ہے۔

قرض کے باب میں اسلام کی اولین ہدایت یہ ہے کہ قرض کی مقدار اور اس کی صورت اور اس کی واپسی کا وقت اور اس سے متعلق قرارداد کو تحریر میں لائیں اور اس کارروائی میں دو عادل و ثقہ اور نیک آدمیوں کو گواہ بنالیں تاکہ قرض خواہ اور قرض دار کے درمیان کسی قسم کی غلط فہمی اور غلط بیانی کا امکان باقی نہ رہے۔ اور نہ ہی کسی قسم کے اختلاف و نزاع اور دھوکہ دہی کی صورت پیدا نہ ہو جائے۔ ارشادِ ربّانی ہے: اذا تدا ینتم بدین الی اجل مسمّٰی
جب تم آپس میں کسی مقررہ مدّت کے لیے قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

واستشھدوا شھدین من رجالکم اور اس تحریری معاہدہ پر دو نیک اشخاص کو گواہ بنالو۔

موجودہ زمانہ میں حکومتوں، ملکوں اور قوموں کے درمیان جو تحریری معاہدات اور دستاویزات کا طریقہ چل پڑا ہے۔ وہ اسلام ہی کی عطا اور دین ہے۔ اس کی آمد سے قبل لوگ اپنے سارے کاروبار اور معاملات کو زبانی طور پر انجام دینے کے عادی تھے۔ پیغمبرِ اسلام نے معاملات میں تحریر کی ضرورت واہمیت سے دنیا کو روشناس فرمایا۔

قرض کے سلسلہ میں یہ اصول بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگر قرض دینے والا شخص اپنی دی جانے والی رقم کی حفاظت اور اس کی واپسی کی متعلق اطمینان اور یقین کے لیے کوئی چیز اپنے قبضے میں رکھنا چاہتا ہے تو قرض لینے والے شخص کو چاہیے کہ اپنی چیز اس کے قبضے میں دے کر قرض حاصل کرے اور قرض دینے والے شخص پر یہ پابندی عائد کی گئی کہ وہ مقروض کی مقبوضہ چیز کی پوری طرح حفاظت کرے اور اپنے پاس بطور امانت رکھے۔ اور جب قرض دار قرض ادا کر دے تو اس کی چیز اس کو واپس لوٹا دے۔ اور اس کی چیز سے کسی قسم کا فائدہ حاصل نہ کرے۔ اس قسم کے معاملہ کو رہن بالقبض کہا جاتا ہے۔ بہت سارے لوگ اس مسئلہ سے ناواقفیت کی بنا پر رہن رکھی ہوئی چیزوں کا استعمال کرتے ہیں اور ان سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ جو اُن کے لیے ناجائز ہے۔

قرض کے معاملہ میں گواہی کا مسئلہ بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اگر کسی آدمی کو قرض کے معاملہ میں گواہ بنا دیا گیا ہے تو اس کو چاہیے کہ گواہی دینے اور شہادت میں صحیح واقعات اور حالات کو بیان کرنے میں خاموشی اختیار نہ کرے اور قرض دار اور قرض خواہ کے درمیان کوئی نزع کھڑا ہو جائے تو اس کو بہتر طور پر حل کرنے کی سعی و کوشش کرے۔ قرآنِ کریم کی ہدایت ہے: ولا تکتموا الشھادۃ اور گواہی کو مت چھپاؤ۔

موجودہ زمانہ میں لوگوں کے اخلاق میں بگاڑ اور معاملات میں عدم صفائی کے باعث گواہی دینے کا مسئلہ بھی عجیب وغریب اور گناہ کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ ایک طرف سچی گواہی دینے والوں کو طرح طرح کی مصیبتوں اور صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جس کی وجہ سے لوگ سچی بات کہنے اور گواہی دینے سے جی چرانے لگے ہیں۔ اور کتمانِ شہادت کے مرتکب ہو رہے ہیں اور دوسری طرف خوفِ خدا سے بے نیاز، آخرت فراموش اور دنیاوی منفعت کے

خواہاں اور جو یاں اشخاص جھوٹی گواہیاں دے کر لوگوں کے معاملات اور مقدمات اور نزاعی مقدّموں کو پیچیدہ بنا رہے ہیں اور خود گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

قرض حاصل کرنے کے بعد اس کو لوٹانے کی فکر کرنا اور جدوجہد کرنا اور شکر گزاری کے جذبات کے ساتھ قرض خواہ کو بہترین طور پر قرض واپس کرنا اور عاریتاً لی گئی چیز تلف ہوجانے کی صورت میں معاوضہ ادا کرنا ایک شریفانہ کردار ہے۔ آں حضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے بھی اپنی زندگی میں بعض ضروریات کے تحت قرض اور عاریتاً چیزیں حاصل کیں اور بہترین طور پر واپس لوٹا دیا۔ چناں چہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کسی آدمی سے ایک اونٹ قرض لیا تھا۔ جب واپس فرمایا تو اس سے عمدہ اور بہترین اونٹ دیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرض کو خوش معاملگی سے ادا کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ نبیٔ کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کسی شخص سے ایک پیالہ ادھار لیا اتفاق سے وہ گم ہوگیا تو آپؐ نے اس کا معاوضہ ادا کر دیا۔

اور ایک مرتبہ نبیٔ کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کسی شخص سے کچھ کھجوریں ادھار لیں جب واپس فرمایا تو اس سے عمدہ اور بہترین کھجوریں لوٹایا۔

غزوۂ حنین کے موقعہ پر آں حضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے صفوان سے کچھ زرہیں طلب کیں۔ تو انھوں نے کہا: اے محمدؐ! کیا غضب کا ارادہ ہے؟ اس معاملہ کے وقت حضرت صفوان دائرۂ اسلام میں شامل نہ تھے۔ اُن کی یہ بات سُن کر نبیٔ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے یہ زرہیں عاریتاً مانگ رہا ہوں اگر ان میں سے کوئی زرہ ضائع ہوگئی یا تلف ہوگئی تو میں اس کا معاوضہ ادا کروں گا۔

صفوان نے چالیس زرہیں دے دیں۔ جنگ سے واپسی کے بعد آں حضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اسلحہ کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ کچھ زرہیں کم ہوگئی ہیں۔ آپؐ نے صفوان کو بلوا بھیجا اور فرمایا: تمہاری کچھ زرہیں ضائع ہوچکی ہیں۔ لہٰذا تم اس کا معاوضہ قبول کرلو

اس وقت صفوان مشرف بہ اسلام ہوچکے تھے۔ عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! میرے قلب کی حالت اب پہلے جیسی نہیں ہے۔ اللہ نے مجھے اسلام کی نعمت بخشی ہے۔ اب آپؐ سے زرہوں کا معاوضہ اور قیمت حاصل کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس معاملہ میں صفوان کا معاوضہ قبول نہ کرنا یہ ان کے ایمان، محبت رسولؐ اور حسنِ خلق

کی علامت تھی۔ لیکن آں حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا معاوضہ پیش کرنا ایک مقروض کا کردار تھا۔
تنگ دست اور مجبور قرض دار کو مہلت دینے اور اس کے قرضہ کو معاف کرنے کی ترغیب و تحریص بھی کتاب و سنّت میں موجود ہے۔ چناں چہ ارشادِ ربّانی ہے: وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ وان تصدقوا خیر لکم ان کنتم تعلمون (بقرۃ)
اگر تمہارا قرض دار تنگ دست ہو تو اسے کشائش اور آسودگی حاصل ہونے تک مہلت دو اور اگر وہ ادائیگی سے عاجز ہے تو معاف کر دو۔ یہ چیز تمہارے لیے خیر اور بہتر ہے۔
امام مسلم نے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو یہ بات بھلی ہو کہ اللہ تعالےٰ قیامت میں اُسے تکلیف سے نجات دے تو اُسے چاہیے کہ اپنے مقروض کو مہلت دے یا قرض ہی معاف کر دے۔
مشکوٰۃ کی حدیث ہے جو شخص مقروض کو مہلت دے یا سارا قرض معاف کر دے تو اللہ تعالےٰ اس کو اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے گا۔
صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ آں حضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کے متعلق بیان فرمایا کہ وہ لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے خادم سے کہہ دیتا تھا کہ جب تم قرض وصول کرنے کے لیے جاؤ تو تنگ دست اور مجبور مقروض کو مہلت دو اور اگر وہ ادا کرنے سے عاجز ہے تو معاف ہی کر دو۔ شاید اللہ تعالےٰ بھی آخرت میں ہمیں معاف فرما دے۔ جب اس آدمی کا انتقال ہوا تو اللہ تعالےٰ نے اس کو معاف فرما دیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس شخص کے پاس بجز اس نیکی کے کوئی عمل نہ تھا۔ اس کے باوجود اللہ تعالےٰ نے اس کی مغفرت فرما دی۔
عمران بن حصین کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تنگ دست مقروض کو قرض ادا کرنے میں مہلت دے تو ہر دن اس کے لیے صدقہ ہے یعنی صدقہ دینے کے برابر ثواب ملتا رہے گا۔
قرض کے بوجھ سے دبے ہوئے آدمی کے ساتھ احسان اور بھلائی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ قرض خواہ سے بات چیت کے ذریعہ کوئی آسان صورت پیدا کی جائے اور اس کو قرض معاف کرنے کی ترغیب دلائی جائے جیسا کہ آں حضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے طرزِ عمل اور ایک صحابیؓ رسول عبداللہ ابنِ عباسؓ کے کردار سے یہ موقف واضح ہو رہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص کو تجارت میں نقصان ہوا اور اس پر قرضوں کا بوجھ بڑھ گیا تو آپؐ نے لوگوں سے کہا: اپنے بھائی کی مدد کرو۔ چناں چہ لوگوں نے مالی امداد پیش کی۔ مگر قرضے پھر بھی ادا نہیں ہو پائے تو آپؐ نے قرض خواہوں سے فرمایا: جو کچھ رقم حاضر ہے وہی لے لو اور مقروض کو چھوڑ دو۔ (ترمذی)

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر حضرت ابی بن کعب کو اپنے قرض دار کے ساتھ قرض کی وصولی پر سختی کرتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: اپنے قرض دار پر احسان کرو۔ حضرت ابی بن کعب نے جب یہ سُنا تو مقروض سے کہہ دیا: میں نے ایک ہزار درہم اللہ تعالےٰ کے لیے معاف کیا، اور ایک ہزار درہم رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خوشنودی کے خاطر معاف کیا اور ایک ہزار درہم تیری خوشی کے لیے معاف کیا۔ اس طرح حضرت ابنِ کعب نے اپنا سارا قرضہ معاف کر دیا۔

عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجدِ نبویؐ میں معتکف تھے آپؓ نے ایک رنجیدہ اور اداس آدمی کو دیکھا تو اس کے حزن و ملال کی وجہ پوچھی۔ اس نے عرض کیا: ایک آدمی کا مجھ پر قرض ہے اور وہ مجھ سے سختی کے ساتھ مطالبہ کر رہا ہے۔ یہ سُن کر ابنِ عباسؓ نے فرمایا: اچھا! تو کیا میں اس شخص سے تمہارے بارے میں بات کروں؟ اس آدمی نے کہا: یہ تو بڑی اچھی بات ہوگی۔

اسی وقت عبد اللہ بن عباسؓ مسجد سے باہر نکلنے لگے تو ایک صاحب نے آکر کہا: شاید آپؓ یہ بات بھول گئے ہیں کہ آپؓ معتکف ہیں! ابنِ عباسؓ نے فرمایا: نہیں، نہیں! مجھے یاد ہے کہ میں اعتکاف کی حالت میں ہوں۔ لیکن میں نے آں حضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ جو آدمی اپنے بھائی کے کسی نیک کام کے لیے نکل کھڑا ہوا اور اس کی مدد کے لیے کچھ کیا! تو اس کا یہ فعل دس سال کے اعتکاف سے بہتر ہے۔

صحابیٔ رسولؐ کے اس طرزِ عمل سے یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ خدمتِ خلق کے مقابلہ میں اعتکاف جیسی عبادت بھی چنداں وقعت کی حامل نہیں۔

قرض دار کے ساتھ جو بھی رعایتیں، سہولتیں اور مہلتیں اور قرض معاف کرنے کی جو بھی ہدایتیں اور نصیحتیں پائی جا رہی ہیں وہ سب اس تنگ دست مقروض کے لیے ہیں جو در حقیقت اپنی جائز ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے قرض لیا ہوا اور فی الواقع مجبور اور

اور بے دست و پا ہو اور قرض کی ادائیگی کی کوئی سبیل نہ پا رہا ہو۔ اس کے برعکس وہ شخص ان مراعات و احسانات کا مستحق قرار نہیں پائے گا جو شان و شوکت، نام و نمود، ریا و سمعت، عیش و عشرت، اسراف و تبذیر اور معصیت کے کاموں میں روپیہ خرچ کرنے کے لیے لوگوں سے قرض حاصل کرتا ہے اور ادا کرنے کی نیت ہی نہیں کرتا اور اس کے لیے جدوجہد بھی نہیں کرتا۔ ایسا مقروض شخص لوگوں کی محبتوں سے بھی محروم رہتا ہے اور نہ صرف دنیا میں ذلیل و خوار ہوتا ہے بلکہ آخرت میں بھی مبتلائے عذاب رہتا ہے۔

قرض کا تعلق حقوق العباد سے ہے اور بندوں کے حقوق کی معافی اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ بندہ اپنا حق معاف نہ کر دے۔ اور آخرت کا دن ایسا دن ہو گا جس میں کوئی شخص اپنا حق معاف کرنے کے لیے تیار نہ ہو گا۔ ایک مشہور حدیث میں نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میری اُمّت کا مفلس وہ شخص ہے جس نے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، لیکن کسی کا مال غصب کیا، کسی کا حق چھین لے تو آخرت میں ایسے شخص سے حق دار اور دعویٰ دار اپنے اپنے حق کا مطالبہ کریں گے تو اس شخص کے نامۂ اعمال سے نیکیاں نکال کر حق داروں میں تقسیم کر دی جائیں گی۔ جب ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی لیکن حقوق کے طلب کرنے والے باقی رہ جائیں گے۔ تو یہ فیصلہ ہو گا کہ ان لوگوں کے نامۂ اعمال سے گناہوں کو نکال کر اس شخص کے نامۂ اعمال میں شامل کئے جائیں۔ اور اس کے بعد اُسے دوزخ میں پھینک دینے کا حکم ہو گا۔

نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک صحابیؓ کا انتقال ہوا تو آپؐ نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے آگے نہیں بڑھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپؐ تو اس کام میں ہمیشہ سبقت فرماتے، اس توقف کی وجہ کیا ہے؟ ارشاد ہوا: تم اس پر نماز پڑھ لو۔ جو شخص قرض دار مرے اس کی نماز جنازہ پڑھنا منصبِ نبوت کے منافی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے میّت کے قرض کو ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کر لی تو آپؐ نے اس وقت نمازِ جنازہ پڑھایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس نمازِ جنازہ کے لیے میّت لائی جاتی تو آپؐ پہلے یہ دریافت فرماتے کہ کیا مرحوم نے اپنا قرض ادا کرنے کے لیے کوئی مال چھوڑا ہے؟ اگر یہ بتایا جاتا کہ اس نے اتنا مال چھوڑا ہے جو قرض کی ادائیگی کے لیے کافی ہے تو آپؐ نمازِ جنازہ پڑھاتے ورنہ صحابۂ کرام سے فرماتے کہ تم نمازِ جنازہ ادا کر لو۔

مشکواۃ کی حدیث میں یہ صراحت موجود ہے کہ جب تک قرض نہ ادا کیا جائے مومن کی روح کو (ثواب یا جنّت کے داخلہ سے) روک دیا جاتا ہے۔ ایک شخص نے نبیؐ کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میرے بھائی کا انتقال ہوگیا ہے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچّے ہیں۔ کیا میں ان پہ مال خرچ کروں؟ آپؐ نے فرمایا: تمہارا بھائی قرض کی وجہ سے مقیّد ہے لہٰذا قرض ادا کرو۔

ایک حدیث میں آں حضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قرض زمین پہ اللہ کا پھندا ہے۔ جب وہ کسی کو بے عزّت و بے آبرو اور ذلیل وخوار کرنا چاہتا ہے تو قرض کا پھندا اس کی گردن میں ڈال دیتا ہے۔

غرض قرض لے کر ادا نہ کرنا دنیا میں بھی ذلّت اور آخرت میں ذلّت کا باعث ہے۔ ادائے قرض کی اہمیت کی وجہ سے فقہائے کرام نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ میّت کی تجہیز وتکفین اور تدفین کے مصارف و اخراجات ادا کرنے کے بعد سب سے اولین اور ضروری کام لوگوں کے ان قرضوں کی ادائیگی ہے جو مرحوم کے ذمّہ رہ گئے ہیں۔ ترکہ میں سب سے پہلے میت کے تمام قرضے ادا کرنا فرض ہے۔ خواہ مرنے والے نے قرضے ادا کرنے کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ اور ان قرضوں کی ادائیگی میں سارا ترکہ بھی ختم ہو جائے تو قرضوں ہی کو ادا کرنا واجب ہے۔ حتیٰ کہ بیوی کا مہر ادا نہیں کیا گیا ہے تو اس کی ادائیگی بھی دوسرے قرضوں کی طرح لازمی ہے۔ تمام قرضوں کی ادائیگی کے بعد ہی میّت کی وصیّت میں شرعی قاعدہ کے مطابق خرچ کیا جائے گا۔ اور وارثوں میں شرعی طور پہ حصّے تقسیم کئے جائیں گے۔

اس تفصیل سے واضح ہے کہ قرض کو وصیّت اور میراث پر مقدم رکھا گیا ہے۔ جس سے قرض کے ادا کرنے کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

قرض سے متعلق کتاب و سنّت کی تصریحات اور ہدایات کا سرسری جائزہ لینے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فقہی نقطۂ نظر اور عصرِ حاضر میں ضروریات کی رو سے بھی قرض کے مسئلہ پہ تھوڑی بہت روشنی ڈالی جائے۔

آج قرض دینے اور لینے کا مسئلہ انتہائی پیچیدہ و نازک اور بے حد دشوار بن چکا ہے اور اکثر لوگوں میں یہ شعور و احساس ہی نہیں ہے کہ ایک حاجت مند شخص کو قرض دینا نیکی وحسنِ سلوک اور اجر و ثواب کا کام ہے بلکہ اس کے برعکس یہ خیال عام طور پہ پایا جاتا ہے کہ کسی کو قرض دینا گویا اپنی پونجی اور اپنے سرمایہ کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ اس کا

سبب وہ تلخ تجربات اور مشکلات ہیں جو آئے دن قرض دینے والے شخص کے حصہ میں آرہے ہیں اور قرض لینے والوں میں یہ احساس ہی نہیں ہے کہ کسی کا قرض لینے کے بعد نہیں لوٹانا گناہ اور معصیت ہے اور ایسے عمل سے اخروی زندگی کی سلامتی خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ اس افسوسناک صورت حال کا نتیجہ یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ ایک ضرورت مند شخص کو اپنی حاجت پوری کرنے کے لیے کسی جگہ سے قرض حاصل نہیں ہوتا ہے اور وہ مجبوراً سودی قرض حاصل کر لیتا ہے اور شریعت مطہرہ میں سود دینے اور سود لینے کی شدید ممانعت وارد ہے۔ اور قرض سے متعلق بھی یہ صراحت موجود ہے کہ قرض کی اصل رقم کے علاوہ جو چیز بھی مقروض سے حاصل کی جائے گی وہ سود ہے۔ کل قرض قد جرّ منفعة فهو ربا۔

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ قرض کی رقم کے سوا کسی بھی چیز کا لینا ناجائز ہے بزرگان کرام نے مقروض شخص سے تحفہ وغیرہ کی شکل میں بھی کسی چیز کے لینے کو حرام اور ناجائز تصور کیا۔ جب کسی چیز کا لینا ناجائز ہے تو اس کا دینا بھی ناجائز ہے۔ چناں چہ فقہائے کرام فرماتے ہیں: ما حرّم اخذہ حرّم اعطاہ: جس چیز کا لینا حرام ہے، اس کا دینا بھی حرام ہے۔

اس مقام پر یہ مسئلہ قابل توجہ ہے کہ کیا بعض جائز ضرورتوں اور انتہائی مجبوریوں کی صورت میں سود پر قرض لینے کی گنجائش نکل سکتی ہے یا نہیں؟

اس کے لیے فقہ کے مشہور قاعدے کو پیش نظر رکھنا ہوگا جس میں یہ کہا گیا ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات: یعنی ضرورت کی بناء پر ایک ناجائز چیز جائز ہو جاتی ہے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ ضرورت کا معنی و مفہوم یہ نہیں ہے کہ ہر شخص اپنی فکر اور اپنے خیال کے مطابق کسی بھی ناجائز چیز کو "ضرورت" کے خانہ میں رکھ دے اور یہ فیصلہ کر دے الضرورات تبیح المحظورات۔

شریعت مطہرہ میں ضرورت کا معنی اور مفہوم متعین ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی حرام چیز کا استعمال کرنا انتہائی ناگزیر ہو اور اس کے بغیر زندگی میں حرج عظیم اور مشقت کبیر کا امکان ہو تو ایسی نازک صورت حال میں حرام چیز کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے اور اس میں بھی یہ قید ملحوظ رکھی گئی ہے کہ اس حرام چیز کا استعمال ضرورت سے زیادہ نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے خنزیر کے گوشت اور خون اور مردار کے استعمال

کی اجازت دی تو ساتھ ہی ساتھ یہ قید بھی لگادی کہ کھانے میں لذت اور خواہش نہ ہو اور اس کا استعمال ضرورت سے بڑھ کر نہ ہو۔ ورنہ گناہ گار ہوگا۔ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد (المائدہ)

اسی لیے فقہائے کرام نے بھی بقدر ضرورت کی شرط لگادی۔ الضرورۃ تتقدر بقدرھا۔

ہندوستان جیسے غیر مسلم اکثریت والے ملک میں مسلمانوں کے لیے معاشی و اقتصادی مستحکم قوت نہ ہونے کی وجہ سے اور اقتصادی تعاون کرنے والے شرعی اداروں کے فقدان کی وجہ سے اور وسائل معیشت مفقود ہونے کی وجہ سے اور رشتہ داروں اور دوستوں کی جانب سے تعاون نہ ہونے کی وجہ سے اگر کوئی مسلمان ایسے حالات میں گھرا ہوا ہے کہ کھانے پینے پہننے، اوڑھنے، رہنے سہنے، علاج معالجہ کی بنیادی ضروریات کی تکمیل اور لڑکیوں کی شادی کے جائز اسباب کی فراہمی کے لیے ضرورت کی بنا پر سودی قرض حاصل کرسکتا ہے جیسا کہ فقیہہ علامہ ابن نجیم علیہ الرحمہ کی بھی یہ رائے ہے: یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح۔ (جدید فقہی مسائل: جلد دوم)

اصحاب حاجت کے لیے سودی قرض لینے کی گنجائش ہوتی ہے۔

حاصل کلام!

ہندوستان کے مسلمانوں کے حالات و ضروریات کے پیش نظر مجبوری کی حالت میں سودی قرض کے جواز کی جو صورت بیان کی گئی ہے وہ ایک وقتی اور عارضی صورت ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ میں فتویٰ سے کہیں زیادہ تقویٰ اور احتیاط پیش نظر ہے اور ایک ناجائز چیز کے استعمال میں شرعی "ضرورت" کی حد سے تجاوز نہ کریں اور رسول کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی یہ تہدید آمیز نصیحت کو فراموش نہ کریں: لا تستحلوا محارم اللہ بادنی الحیل۔ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو معمولی اور ادنیٰ حیلوں اور بہانوں کے ذریعہ حلال کرنے کے درپے نہ ہو جاؤ۔ العیاذ باللہ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ٭٭

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چہل حدیث

در فضیلت

خلفائے راشدین و آل نبوی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

مرتب و مترجم فارسی

قدوۃ السالکین حضرت مولانا مولوی غلام محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری ذوقی علیہ الرحمۃ

مترجم اردو

مولوی حافظ ابو النعمان بشیر الحق قریشی قادری لطیفی ایم اے، ویلور

قدوۃ السالکین حضرت مولانا غلام محی الدین سید شاہ عبد اللطیف ذوقی ویلوری علیہ الرحمہ کی ذاتِ گرامی علمی وادبی دنیا کے لیے محتاجِ تعارف نہیں آپ کے قلم سے ڈھائی لاکھ اشعار اور دیڑھ سو سے زاید تصانیف معرضِ وجود میں آئیں لیکن آج حضرت ذوقی کی بیشتر تصانیف کا نام صرف تذکروں میں ہے علم وادب کا ایسا وسیع ذخیرہ دستبرد زمانہ کی نذر ہو جانا یرفع العلم (قیامت کے قریب علم اٹھا لیا جائے گا۔ حدیثِ نبوی ؐ) کی نشاندہی کرتا ہے۔ ایسی صورتِ حال میں حضرت ذوقی علیہ الرحمہ کے ایک نایاب رسالہ کا دستیاب ہو جانا یقیناً اہلِ علم اور قدردانِ علم وفن کے لیے غیر معمولی انبساط و مسرّت کی بات ہے۔ یہ نسخہ خود مصنف علیہ الرحمہ کے مبارک ہاتھوں سے نقل شدہ ہے اور اس کے اختتام پر سنہ ۱۱۸۸ھ تاریخ تصنیف بھی درج ہے۔

رسالہ میں چالیس حدیثیں جمع کی گئی ہیں جو خلفائے راشدین اور آلِ نبوی ؐ کے فضائل پر مشتمل ہے۔ نسخہ کی کتابت سے اندازہ ہوتا ہے حضرت ذوقی علیہ الرحمہ نے قلم برداشتہ نقل کیا ہے، گویا جو ذہن میں مستحضر رہا اس کو صفحا پر پھیلا دیا۔ شاید اسی لیے کہیں بھی احادیث کے حوالے نہیں ہیں۔ مترجم کا علمی فرض تھا کہ اس خلا کو پُر کر دیتا لیکن وقت کی قلت اور دیگر علمی وتحقیقی کاموں نے اتنی مہلت اور فرصت نہیں دی کہ رسالہ میں نقل کردہ احادیث کے ماخذات کی تلاش و تفحص کر سکوں اور حوالوں کا اہتمام کر سکوں۔ اس عاجز کے ہاتھوں اتنا علمی کام بھی جو کچھ ہوا ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور بزرگانِ مشائخ کی برکت و تصرف ہے کہ ایک نایاب رسالہ عوام کے استفادہ کے قابل بن سکا۔

اس مقام پر اپنی علمی کم مائیگی کا اعتراف بھی اخلاقی فرض تصوّر کرتا ہوں کیوں کہ رسالہ خستہ اور کرم خوردہ ہونے کے باعث اس کے مطالعہ اور ترجمہ میں کافی دشواری پیش آئی اور بعض مقامات پر تو محض سیاق و سباق کی عبارت اور اپنے محدود مطالعہ کی روشنی میں مطالب اور مفاہیم اخذ کرنا پڑا۔ اس لیے یہ امکان موجود ہے کہ راقم الحروف مخطوطہ کے پڑھنے اور سمجھنے اور ترجمہ کرنے میں ذہول واشتباہ کا شکار رہا ہو۔ وباللہ التوفیق:

خادم العلم مولوی حافظ ابو النعمان بشیر الحق غفرلہ ولوالدیہ

یا شیخ عبد القادر شیئاً لله

رب یسر بسم الله الرحمن الرحیم وتمم بالخیر و به نستعین

الحمد لله الذی جعل النبی صدیقا و فاروقا بین الخیر والشر و ذا النورین

المرتضی بین انواع البشر و بالسیدة الزهراء والمجتبی الحسن و قتیله

کالشمس بلا سحاب و اشهر صلی الله علیه و علی آله و صحبه اجمعین

اما بعد این چهل حدیث است بدون قید متفرق در رشته بین و آل نبوی صلی الله علیه وسلم

که فقیر ضعیف غلام محی الدین سید عبد اللطیف از تألیف نموده و بفارسی ترجمه

کرده تا مستفیدان را فائده تمام از آن باشد بعده هشت حدیث از آن در منقبت

صدیق است و هشت در منقبت فاروق و هشت در منقبت ذی النورین و هشت

در منقبت مرتضی و شش در منقبت فاطمه زهرا و پنج در منقبت حسنین رضی الله

عنهم و بالله التوفیق و هو الله المستعان و علیه التکلان حدیث اول قال النبی

صلی الله علیه وسلم لعائشة رضی الله عنها یا عائشة ان الله امرنی ان

شئتا فابی علی بلا تعتذر لها ابی بکر فرمود نبی صلی الله علیه وسلم ...

من سوال کردم وجه آن است معلوم از این نقل تقدیم تر اسپ احتیاج افتد بتکلم بلکه تقدیم
ابوبکر را یعنی بر تقدیم کسی غیر ابوبکر راضی نشد حدیث دوم قال النبی علیه
اذا کان یوم القیامة نادی منادٍ لا یرفعن احدٌ
من هذه الامة کتابه قبل ابی بکر زخود صلی الله علیه وسلم وقتی که روز شد
روز قیامت ندا کند منادی مرا این بر نه دارد کسی از این امت کتاب اعمال خود را
پیش تر از ابی بکر یعنی اول وی بر دارد بعد از آن دیگران حدیث سیوم قال النبی
صلی الله علیه وسلم انت یا ابابکر عتیقی زخود صلی الله علیه وسلم ابوبکر خشم می گفت بر
یا من جعلت انت که من و عتیقی مکرم کریم حدیث چهارم قال النبی صلی الله
علیه وسلم ان الله اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراهیم خلیلا قال خلیلی
ابا بکر زخود نبی صلی الله علیه وسلم فرمود که الله تعالی بگرفت مرا دوست خود چنانکه
بگرفت ابراهیم علیه السلام را دوست خود و تحقیق که دوست من ابوبکر است یعنی
خلیل خدایم و ابوبکر خلیل منست حدیث پنجم قال النبی صلی الله علیه وسلم
لا ینبغی لقوم فیهم ابوبکر ان یؤمهم غیره زخود نبی صلی الله علیه وسلم
می فرمود قومی را که در میان ایشان ابوبکر است امامت کند ایشان را غیر او یعنی با وجود
ابوبکر امامت دیگری را جایز نیست دیگر آنکه آنحضرت صلی الله علیه وسلم ابوبکر را در مرض موت

باوجود علی و عباس و غیرهم امام ادا نیم حدیث ششم قال النبی صلی الله
علیه وسلم عرج بی الی السماء فما مررت بسماء الا وجدت فیها
اسمی محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم وابو بکر الصدیق خلفی
فرمود نبی صلی الله علیه وسلم برده شدم بالای آسمان پس نگذشتم بهیچ آسمانی مگر آنکه
یافتم در آن آسمان نوشته نام من محمد رسول الله و ابوبکر صدیق در پس من
حدیث هفتم قال النبی صلی الله علیه وسلم انی لارجو لامتی
فی حبهم لابی بکر و عمر ما ارجو لهم فی قول لا اله الا الله
فرمود نبی صلی الله علیه وسلم بتحقیق که من امید میدارم برای امت من در دوستی ایشان
مر ابوبکر و عمر را آنچه امید میدارم برای ایشان در گفتن لا اله الا الله حاصل اینکه
آنچه گفتن لا اله الا الله علامت عرفان یقین و دین است همان ثمره بدوستی ابوبکر و عمر فیض
خواهد داد حدیث هشتم قال النبی صلی الله علیه وسلم ما طلعت
الشمس ولا غربت بعد النبیین علی رجل افضل من ابی بکر
فرمود نبی صلی الله علیه وسلم طلوع نکرد آفتاب و غروب ننمود بعد انبیاء بر کسی که
بهتر از ابوبکر بود حاصل اینکه ابوبکر صدیق از همه افضل است و مراد از
افضلیت کثرت ثواب است یعنی ثواب ابوبکر در نزد خدا از همه زیاده تر بود و نیز

از همه بزرگ

از عمر بیشتر بود و برای همین علی رضی الله عنه بفضیلت وی و عمر رضی الله عنهما باوجود
مصلحت خود نیز اعتراف نموده و گفته که هر که مرا بر ایشان
تفضیل دهد او را حد مفتری خواهم زد. افضلیت شیخین رضی الله عنهما مسلم
اتفاقیست و در تفضیل عثمان بر علی رضی الله عنهما اختلافست جمهور
بر آنند که عثمان افضل از علیست و بعضی بتفضیل عثمان بر علی قایل شده
و قول جمهور اولی به صوابست منقول ثم عثمان ثم علی و همین است
مذهب صحیح ائمه اربعه رحمهم الله و در وقت آنحضرت صلی الله علیه
وسلم نیز صحابه بتفضیل شیخین بر غیرهم قایل بودند و حضرت
رسالت پناه از تفضیل منع نفرموده و این دال بر صحت استقرار
تفضیل است تمام شد احادیث مناقب ابوبکر صدیق رضی الله عنه
و احادیث مناقب عمر رضی الله عنه از اینجا شروع شد حدیث
ششم قال النبی صلی الله علیه وسلم ان الله ینطق علی
لسان عمر فرمود پیغمبر صلی الله علیه وسلم تحقیق خدای تعالی سخن میکند
بر زبان عمر یعنی هر چه عمر میگوید همان حق است پس هر چه میگوید چنانکه موافقات
الهیه با قرآن دال بر همین است حدیث هفتم قال النبی صلی الله

علیه وسلم ان الله وضع الحق علی لسان عمر یقول به
فرمود نبی صلی الله علیه وسلم بدرستی که الله تعالی نهاده است راستی
و درستی را بر زبان عمر که می گوید بدان یعنی هرچه بگوید راست
درست است حدیث یازدهم قال النبی صلی الله علیه
وسلم عمر سراج اهل الجنة فرمود نبی صلی الله علیه وسلم عمر
چراغ اهل جنت است حدیث دوازدهم قال النبی صلی الله
علیه وسلم الحق بعدی مع عمر حیث کان فرمود نبی صلی الله
علیه وسلم راستی و درستی بعد من با عمر است هرجا که باشد حدیث
سیزدهم قال النبی صلی الله علیه وسلم ما طلعت الشمس
علی خیر من عمر فرمود نبی صلی الله علیه وسلم طلوع نکرد آفتاب
بر بهتری از عمر یعنی بعد ابوبکر هر که او افضل از عمر است حدیث
چهاردهم قال النبی صلی الله علیه وسلم لو کان بعدی نبیا
لکان عمر فرمود نبی صلی الله علیه وسلم اگر بودی بعد من پیغمبر هر آینه
عمر بودی یعنی او مستحق نبوت بود لکن نبوت بر من ختم شده بی

الکتابت

در اینجا جمع آمده حدیث پانزدهم قال النبی صلی الله علیه وسلم
عمر معی وانا مع عمر والحق بعدی مع عمر حیث کان
فرمودن نبی صلی الله علیه وسلم عمر با منست و حق بعد عمر در راستی بعد من
با عمر است هر جا که باشد حدیث شانزدهم قال النبی صلی الله
علیه وسلم هما سیدا کهول اهل الجنة فرمودن نبی صلی الله علیه وسلم
در حق ابوبکر و عمر که هر دو سرداران کهول اهل بهشت اند و کهول
جمع کهل است و اطلاق کهل از سی تا پنجاه بود احادیث فضایل
عمر رضی تمام شد و از پی احادیث مناقب عثمان رضی الله عنه
حدیث اول هم قال النبی صلی الله علیه وسلم الا استحیی
من رجل تستحیی منه الملائکة آیا شرم نکنم از شخصی که شرم
می کنند از وی فرشتگان روزی حضرت رسالت پناه صلی الله علیه وسلم
بعضی از خود لنگ شتر بود و ساق او یا رانهای او مکشوف بود
ابوبکر رضی الله عنه اذن خواست او را اذن داد و همبران حال بود
سخن می کرد بعد از آن عمر رضی الله عنه اذن خواست او را نیز اذن
داد و هم بر این حال بود و سخن می کرد همبران حال عثمان رضی الله عنه اذن خواست

اذن خواست رسول الله صلی الله علیه وسلم نشست و ثیاب خود را گرد آورد
عائشه رضی الله عنها گفت یا رسول الله ابوبکر آمد و برای آن حرکت
نکردی و پروا نداشتی و چون عمر آمد و تو حرکت نکردی و پروا
نداشتی چون عثمان رضی الله عنه آمد نشستی و ثیاب خود را گرد آوردی
پس حضرت صلی الله علیه وسلم فرمود آیا شرم نکنم از کسی که از شرم میکنند
از وی فرشتگان حدیث چهارم قال النبی صلی الله علیه وسلم
اشد امتی حیاءً عثمان بن عفان فرمود نبی صلی الله علیه وسلم
سخت تر امت من اندر حیا عثمان بن عفان است حدیث پنجم
قال النبی صلی الله علیه وسلم ان الله اوحی الیّ ان
ازوج کریمتی من عثمان فرمود نبی صلی الله علیه وسلم خدای تعالی بسوی من
وحی فرستاد بجانب من که بدهم دختر خود را که ام کلثوم است عثمان را
رضی الله عنه بدانکه عثمان رضی الله عنه یعنی داماد آنحضرت صلی الله علیه وسلم بود
و پیش از نبوت بوی رقیه را داده بود و در غزوه بدر وفات یافت بعد
ام کلثوم بوی داد چون او نیز وفات یافت و فرمود که اگر دختر

وسوم

سیوم می بود در این بوی میدادم حدیث بیستم قال النبی صلی الله
علیه السلام عثمان بن عفان ولی فی الدنیا وولی
فی الجنة فرمود نبی صلی الله علیه وسلم عثمان بن عفان دوست
منا صرمت دردنیا وآخرت حدیث بیست ویکم قال النبی
صلی الله علیه وسلم لکل نبی خلیل فی امته وان خلیلی
عثمان بن عفان فرمود نبی صلی الله علیه وسلم هر نبی را دوست است
تحقیق
فدا هست او ودوست من عثمان بن عفان است حدیث بیست ودوم
قال النبی صلی الله علیه وسلم لکل نبی رفیق فی الجنة
ورفیقی فیها عثمان فرمود نبی صلی الله علیه وسلم هر نبی را رفیقی بهشت
در بهشت ورفیق من دران عثمان است حدیث بیست وسیوم
قال النبی صلی الله علیه وسلم لیدخلن بشفاعة عثمان
بن عفان سبعون الف کلهم قد استوجب النار الجنة
بغیر حساب فرمود نبی صلی الله علیه وسلم در آینده داخل خواهند شد
در بهشت بشفاعت عثمان بن عفان هفتاد هزار کس که همه مستوجب

عذاب دوزخ باشند در بهشت. بموجب این اتفاق دو هزار
کنند که ذکر لایق و شایسته سوره [illegible] و در آنجا [illegible] باشند لیکن
ایشان بجهت داخل بهشت خواهند کردید. حدیث بیست
و دوم قال النبي صلی الله علیه وسلم لو ان لی اربعین
ابنة لزوجتک واحدة بعد واحدة حتی لا یبقی منهن
واحدة فرمود نبی صلی الله علیه وسلم عثمان را اگر مرا بودی چهل دختر ایشان
بدادم تو یکی بعد یکی تا باقی نمی ماند هیچ یکی از ایشان. [illegible]
احادیث فضائل عثمان رضی الله عنه تمام شد. حالا ذکر احادیث
فضائل علی ابن [illegible] رضی الله عنه. حدیث بیست و پنجم قال النبی
صلی الله علیه وسلم انت اخی فی الدنیا والآخرة
فرمود نبی صلی الله علیه وسلم تو برادر منی در دنیا و آخرت لعلی
آنحضرت صلی الله علیه وسلم در [illegible] ایام [illegible] هجرت یکی را با یکی از صحابه و
[illegible] انا بعد [illegible] در [illegible] ایشان عقد مواخات بسته
علی مرتضی [illegible] آنحضرت صلی الله علیه وسلم [illegible]

[illegible]

حفظ بخوانند و فرمودند گشت مولاه فعلی مولاه تا هر کسی از بغض او
مجتنب باشند و دوستان او ... فضل بدین صورت
برای محبتان او دلیل میگیرند و حال آنکه غلط است حال آنحضرت
صلی الله علیه وسلم اصلا متیقن میکرد در وقت مرض وفات آنحضرت
عباس به علی رضی الله عنه چرا گفت که خلافت را از آنحضرت
طلب کن و علی رضی الله عنه چرا در جواب آن گفت من نمیطلبم شاید
که بمن ندهد و در وقت بیعت به ابوبکر صدیق رضی الله عنه چرا
میفرمود که رسول الله صلی الله علیه وسلم ترا در نماز که اعظم شعار
اسلام است مقدم کرده پس ما نیز برای دنیای خود ترا اختیار
نمودیم و در پیش مقدم داشتیم و چرا در جواب ابوسفیان که در وقت
بیعت به ابوبکر نزد وی برآمد که اگر تو خواهی که از تو چند صفوفت دست
به علی بگو تا مدینه را از ... و پیاده پر کنم میفرمود ای دشمن
اسلام ... با امر آنحضرت ما و اسلام را ... اهل آن ما
ما او را مستحق این امر دیدیم و با ... بیعت کردیم ...

صفوفت ...

معرفت حضرت [illegible] بود آنحضرت صلی الله علیه وسلم بر معرفت کسی نمی گردد
بلکه ابتدای امر ازدیاد و حضور [illegible] دیدیم [illegible] ثابت شد [illegible]
[illegible] اسد حدیث بیست و نهم قال النبی صلی الله علیه وسلم
من آذی علیا فقد آذانی و [illegible] حضرت صلی الله علیه وسلم
هر که ایذا داد یا علی کسی بتحقیق ایذا داد مرا فرمود حضرت صلی الله علیه وسلم
هر که ایذا داد علی را بتحقیق ایذا داد مرا حدیث سیم قال النبی
صلی الله علیه وسلم من سب علیا فقد سبنی هر که بد گفت
علی را پس بتحقیق بد گفت مرا حدیث سی و یکم قال النبی صلی الله علیه وسلم
علی منی بمنزلة راسی من بدنی فرمود حضرت صلی الله علیه وسلم علی از من بمنزله
سر من از بدن منست حدیث سی و دوم قال النبی صلی الله علیه وسلم
علی مع القرآن والقرآن مع علی لا یفترقان حتی یردا علی الحوض
فرمود حضرت صلی الله علیه وسلم علی با قرآنست و قرآن با علی جدا نشوند از یکدیگر تا آنکه
وارد شوند بر من [illegible] حدیث [illegible] شروع [illegible] حدیث
سی و سیوم قال النبی صلی الله علیه وسلم اذا کان یوم القیمة نادی
مناد من بطنان العرش یا اهل الجمع نکسوا رؤسکم و غضوا

یا فاطمة الا ترضین ان تکونی سیدة نساء المؤمنین فرمود نبی صلی الله
علیه وسلم ای فاطمه راضی نمیشوی از اینکه باشی سیده زنان مومنین بلکه
ضعیف نزدیک است حدیث فضایل حسنین شروع شد حدیث نخستین
قال النبی صلی الله علیه وسلم الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة
فرمود نبی صلی الله علیه وسلم حسن وحسین سرداران جوانان اهل جنت اند حدیث
سی وپنجم قال النبی صلی الله علیه وسلم ابنای هذان الحسن
والحسین سیدا شباب اهل الجنة وابوهما خیر منهما فرمود
نبی صلی الله علیه وسلم این دو پسر من حسن وحسین سرداران جوانان اهل بهشت اند
وپدر ایشان بهتر است از ایشان حدیث سی وششم قال النبی صلی الله
علیه وسلم ان الحسن والحسین هما ریحانتای فی الدنیا فرمود
نبی صلی الله علیه وسلم تحقیق که حسن وحسین هر دو ریحان من اند از دنیا حدیث
سی وهفتم قال النبی صلی الله علیه وسلم صدق الله ورسوله
انما اموالکم واولادکم فتنة نظرت الی هذین الصبیین
یمشیان ویعثران فلم اصبر حتی قطعت حدیثی ورفعتهما
فرمود نبی صلی الله علیه وسلم راست فرموده است خدا ورسول او جز این نیست که اموال شما

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چہل حدیث

در فضیلت خلفائے راشدین و آل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

از: قدوۃ السالکین حضرت مولانا مولوی غلام محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری ذوقی ویلوری

الحمد للہ الذی جعل النبی صدیقا و فاروقا بین الخیر والشر و ذا النورین المرتضیٰ بین انواع البشر وما یسرت الزھراء والخلق الحسن ومثلہ کالشمس اظھر واشھر صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ اجمعین۔ اما بعد:

یہ چالیس احادیث خلفائے راشدین اور آلِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب میں ہیں جن کو فقیر ضعیف غلام محی الدین سید عبداللطیف (ذوقی) نے جمع کیا اور فارسی میں ترجمہ کیا ہے تاکہ عوام ان سے فائدہ حاصل کر سکے۔ ان حدیثوں میں آٹھ (۸) حدیثیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کی منقبت میں اور آٹھ (۸) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہٗ کی منقبت میں اور آٹھ (۸) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہٗ کی منقبت میں اور آٹھ (۸) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہٗ کی منقبت میں اور تین (۳) حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی منقبت میں اور پانچ (۵) حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی منقبت میں ہیں۔ رضی اللہ عنھم وباللہ التوفیق وھو اللہ المستعان وعلیہ التوکلان:

1 ۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعلیؓ سألت اللہ ان یقدمک فابیٰ علی لاتقدیم ابی بکر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ سے فرمایا میں نے تمہیں مقدم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تو مجھے منع کر دیا گیا کہ ابوبکرؓ کے مقابلہ میں تمہیں مقدم کروں۔ یعنی ابوبکرؓ کے سوا کسی شخص کی تقدیم پہ اللہ راضی نہ ہوا۔

2 ۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیامۃ نادی منادٍ لایرفعن

احد من ھذہ الامۃ کتابہ قبل ابی بکر۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ایک وقت ایسا ہوگا کہ ندا کرنے والا آواز دے گا کہ اس امت میں سے کوئی شخص اپنے نامۂ اعمال کو ابوبکرؓ سے پہلے نہ اٹھائے یعنی پہلے وہ اٹھائیں اس کے بعد ہی دوسرے اٹھائیں۔

3۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انت یا ابا بکر عینی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکرؓ تم میری آنکھیں ہو۔

4۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراھیم خلیلا وان خلیلی ابابکر۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا دوست بنایا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا دوست بنایا۔ واضح ہو کہ میں نے ابوبکرؓ کو اپنا دوست بنالیا ہے۔ یعنی میں اللہ کا خلیل ہوں اور ابوبکرؓ میرے خلیل ہیں۔

5۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبغی لقوم فیھم ابوبکر ان یؤمھم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس قوم میں ابوبکرؓ ہوں اور کوئی دوسرا شخص امامت کرے یہ جائز ہی نہیں۔ یعنی حضرت ابوبکرؓ کی موجودگی میں کسی شخص کے لیے امامت جائز نہیں ہے۔ چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت کے ایام میں حضرت علی اور حضرت عباسؓ اور دیگر صحابہؓ کی موجودگی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کو منصب امامت تفویض فرمایا۔

6۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عرج بی الی السماء فما مررت بسماء الا وجدت فیھا اسمی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر الصدیق خلفی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے آسمانوں کے اوپر لے جایا گیا اور ہر آسمان کے اوپر میرا نام محمد رسول اللہ لکھا ہوا پایا اور میرے خلیفہ کی حیثیت سے ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کا نام لکھا ہوا پایا۔

7۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی لارجو لامتی فی حبھم لابی بکر و عمر ما ارجو لھم فی قول لا الہ الا اللہ۔

نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنی امت سے ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ دوستی رکھنے کی امید رکھتا ہوں۔ جو کچھ امید رکھتا ہوں ان کے لا الٰہ الا اللہ کہنے میں۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ میری امت کو لا الٰہ الا اللہ کہنے سے جو فائدہ ہوگا ابوبکرؓ و عمرؓ کے ساتھ دوستی رکھنے سے بھی فائدہ حاصل ہوگا۔

8۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما طلعت الشمس ولا غربت من بعدی علی رجل افضل من ابی بکر

نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا میرے بعد کسی ایسے شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا اور غروب نہیں ہوا جو ابوبکرؓ سے افضل ہو۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ میرے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ افضل ہیں افضلیت اور افضل ہونے سے مراد ثواب کی کثرت ہے اور حضرت ابوبکرؓ کو سب سے زیادہ ثواب ہوگا اور وہ سارے انسانوں میں بجز انبیاءؑ کے سب سے بہتر اور افضل ہوں گے۔ اسی لیے حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کی افضلیت کو خود اپنے اوپر تسلیم کر لیا اور اپنی خلافت کے زمانہ میں برسرِ منبر اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا:

جو شخص بھی مجھے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے افضل قرار دے گا میں اس پہ مفتری (بہتان لگانے والا) کی حد جاری کروں گا۔

ختنین (حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم) پر شیخین (حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ) کی فضیلت کا مسئلہ متفق علیہ ہے البتہ حضرت علیؓ سے حضرت عثمانؓ کے افضل ہونے میں اختلاف ہے۔ جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ سے افضل ہیں اور بعض حضرات حضرت علیؓ کو افضل قرار دیتے ہیں لیکن ہمیں جمہور کا مسلک اختیار کرنا چاہیے۔ اسی لیے ہم کہیں گے ثم عثمانؓ ثم علیؓ۔

اور ائمہ اربعہ (چاروں امام) کا بھی یہی مسلک اور موقف ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی صحابہؓ کرام سارے لوگوں سے ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے افضل ہونے کے قائل اور معترف تھے۔ اور آپؐ اس بات سے واقف ہونے کے باوجود منع نہیں فرماتے تھے اور یہ چیز عقیدۂ تفضیل کی صحت و درستگی پر دلالت کرتی ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل کی احادیث تمام ہوئیں۔ یہاں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل کی حدیثیں شروع ہو رہی ہیں۔

9۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ ینطق علی لسان عمر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ عمر کی زبان سے بات کرتا ہے۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو فرماتے ہیں وہی حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ چنانچہ بہت ساری آیات حضرت عمرؓ کے فرمان کے موافق نازل ہوئی ہیں۔ وہ اسی حدیث کی ترجمانی کرتی ہیں۔

10۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ وضع الحق علی لسان عمر یقول بہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حق کو عمرؓ کی زبان کے ساتھ پیوست کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ صرف حق ہی کہتے ہیں۔ یعنی وہ جو بھی کہیں گے راست و درست ہے۔

11۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عمر سراج اہل الجنّۃ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر اہلِ جنّت کے چراغ ہیں۔

12۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحق بعدی مع عمر حیث کان۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق میرے بعد عمرؓ کے ساتھ ہے۔ وہ جہاں بھی رہیں۔

13۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما طلعت الشمس علی خیر من عمر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر سے بہتر انسان پہ آفتاب طلوع نہیں ہوا۔ یعنی حضرت ابو بکرؓ کے بعد عمرؓ سے افضل کوئی شخص نہیں۔

16۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کان بعدی نبیا لکان عمر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ نبوت کا استحقاق رکھتے ہیں۔ نبوت چوں کہ ختم ہو چکی ہے۔ اس بنا پر انھیں انبیا کی صف میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔

15۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عمر معی وانا معی عمر والحق بعدی مع عمر حیث کان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر میرے ساتھ ہیں اور میں عمر کے ساتھ ہوں، حق میرے بعد عمر کے ساتھ ہے وہ جہاں بھی رہیں۔

16- قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدا کھول اھل الجنۃ:

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) جنّت کے بلند درجات کے حامل اکابرین کے سردار ہوں گے۔

کھول کھل کی جمع ہے اور کھول کا اطلاق تینس ۳۳ سے پچاس تک ہوتا ہے۔

حضرت عمرؓ کے فضائل کی حدیثیں ختم ہوئیں۔ یہاں سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے مناقب کی حدیثیں شروع ہو رہی ہیں:-

17- الا استحی من رجل تستحی منہ الملائکۃ

کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔

ایک روز نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں خانگی حالت میں تشریف فرما تھے۔ پنڈلی کے اوپر سے کپڑا ہٹا ہوا تھا کہ اس دوران حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اور اندر داخل ہونے کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اجازت دے دی۔ اس کے کچھ ہی دیر بعد حضرت عمرؓ آپہنچے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ انھیں بھی آپؐ نے اجازت عطا کی اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بے تکلّفی اور گھریلو حالت وکیفیت میں بیٹھے ہوئے ان دونوں حضرات سے گفتگو میں مشغول اور منہمک تھے کہ اس اثنا میں حضرت عثمانؓ کی آمد ہوی اور انھوں نے اندر داخل ہونے کی اجازت چاہی تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اپنے کپڑوں کو درست فرمالیا اور سیدھے سنبھل کر بیٹھنے کے بعد ہی حضرت عثمانؓ کو گھر میں آنے کی اجازت دی۔ یہ دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یارسولؐ اللہ! ابوبکرؓ اور عمرؓ تشریف لائے تو آپؐ ٹیکا لگائے ہوئے بے تکلّفی کے عالم میں بیٹھے رہے۔ لیکن جب عثمانؓ تشریف لائے تو آپؐ اٹھ بیٹھے اور اپنے کپڑوں کو درست فرمایا۔ یہ سُن کر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں اس آدمی سے حیا کیوں نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔

18- قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اشد امتی حیاءً عثمان بن عفان

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امّت میں عثمان مجسّم حیا ہیں۔

19- قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اوحی الی ان ازوج کریمتی من عثمان

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے مجھ پر وحی نازل کی کہ میں اپنی دختر اُمّ کلثوم کا

نکاح عثمانؓ بن عفان کے ساتھ کردوں۔

واضح رہے کہ حضرت عثمانؓ نبئ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے نبوت ملنے سے پہلے اپنی صاحب زادی حضرت رقیہؓ کو ان کے نکاح میں دیا تھا۔ غزوۂ بدر کے ایام میں حضرت رقیہؓ چل بسیں تو آپؐ نے اپنی دوسری صاحب زادی حضرت ام کلثومؓ کو اُن کے نکاح میں دے دیا۔ اور جب یہ بھی دنیا سے رخصت ہوگئیں تو آپؐ نے فرمایا: اگر مجھے تیسری لڑکی ہوتی تو میں اسے بھی عثمانؓ کے نکاح میں دیتا۔

20۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم عثمان ابن عفان ولی فی الدنیا و ولی فی الآخرۃ۔

نبئ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عثمان ابنِ عفان (رضی اللہ عنہ) دنیا اور آخرت میں میرے دوست اور حامی ہیں

21۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لکل نبی خلیل فی امتہ وان خلیلی عثمان ابن عفان۔

نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے اس کی اُمّت میں ایک دوست ہوتا ہے اور میری اُمّت میں میرے دوست عثمان ابنِ عفان ہیں۔

22۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لکل نبی رفیق فی الجنّۃ ورفیقی فیھا عثمان بن عفان۔

نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے جنّت میں ایک رفیق ہوگا اور میرے رفیق عثمان بن عفان ہوں گے۔

23۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لیدخلن بشفاعۃ عثمان بن عفان سبعون الفا فی الجنّۃ بغیر حساب کلھم قد استوجب النار۔

نبئ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عثمان بن عفان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شفاعت سے ستّر ہزار اشخاص جن پر دوزخ واجب ہو چکی ہوگی حساب کے بغیر جنّت میں داخل کئے جائیں گے۔

24۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لوان لی اربعین ابنۃً زوجتک واحدۃ بعد واحدۃ حتّٰی لا یبقی منھن واحدۃ۔

نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا: اگر مجھے چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے تمہارے نکاح میں دیتا۔

حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے فضائل کی حدیثیں تمام ہوئیں۔

یہاں سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے مناقب کی حدیثیں شروع ہورہی ہیں۔

25۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم انت اخی فی الدنیا والاٰخرۃ

نبیؐ کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔

ہجرت کے دوسرے سال ایک روز نبیؐ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے پچاس مہاجر اور پچاس انصار کے درمیان مواخات یعنی اخوت وبھائی چارگی کا عقد فرمایا۔ حضرت علیؓ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی بیٹھے تھے۔ عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! آپؐ نے تمام صحابہؓ کے درمیان باہم ایک دوسرے کے ساتھ اخوت وبھائی چارگی کا رشتہ قائم کیا، مجھے کسی شخص کے ساتھ مواخات قائم نہیں فرمایا: تو اس موقع پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو یہ شرف بخشا کہ تم دنیا میں اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ بالفاظ دیگر نبیؐ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ حضرت علیؓ سے مواخات قائم فرمایا۔

26۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم النظر الی علی عبادۃ

نبیؐ کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: علیؓ کی جانب دیکھنا بھی اجر وثواب کا باعث ہے۔

27۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم اعطیت خیر النساء لخیر الرجال۔

نبیؐ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خواتین میں بہترین خاتون فاطمہؓ ہے اور مردوں میں بہترین مرد علیؓ ہے۔ کیوں کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خویش واقارب میں حضرت علیؓ سے بہتر کوئی اور نہ تھا۔

28۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم من کنت مولاہ فعلی مولاہ

نبیؐ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں جس کا دوست اور حامی و ناصر ہوں علی بھی اس کے دوست اور ناصر ہیں۔

ایک وقت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کو یمن کی جانب روانہ کیا تھا۔ اُن کے تعلق سے بعض اشخاص نے شکایت آمیز نازیبا باتیں کہیں۔ چنانچہ بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہٗ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کے ساتھ سوءِ فہم کا شکار ہو گئے۔ اس کی اطلاع آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپؐ نے حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں یہ اعلان فرمایا کہ میں جس کا سردار ہوں علی بھی اس کے سردار ہیں۔

اس ارشادِ نبویؐ کا منشا یہ تھا کہ حضرت علی کے ساتھ کوئی بھی شخص بغض وعناد نہ رکھے اور آپؓ کے ساتھ محبت والفت اور دوستی کو واجب ولازم کرلے۔

شیعہ اس حدیث کو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کی خلافت کے لیے بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ ان کا یہ استدلال غلط ہے اس لیے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو خلیفہ مقرر کیا تھا۔ تو آپؐ کے مرض الموت کے دنوں میں حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت علیؓ کو یہ مشورہ کیوں دیا کہ تم آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے خلافت طلب کرو۔ اس کے جواب میں حضرت علیؓ نے یہ کیوں کہا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافت طلب نہیں کروں گا کہیں ایسا نہ ہو کہ آپؐ مجھے خلیفہ مقرر کرنے سے انکار کردیں۔

علاوہ ازیں حضرت علیؓ کی خلافت طے شدہ تھی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کی بیعتِ خلافت کے موقع پر ان سے مخاطب ہو کر حضرت علیؓ نے یہ کیوں فرمایا:

اے ابو بکرؓ! آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں آپؓ کو نماز کی امامت کے لیے مقدم فرمایا جو اسلام کا عظیم ترین شعار ہے۔ جب حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپؓ کو دین کی امامت سونپ دی تو ہم اپنی دنیا کی امامت کے لیے بھی آپؓ ہی کو منتخب کرتے ہیں اور اپنی ذات پر آپؓ کو مقدم کرتے ہیں۔

بیعتِ صدیقؓ کے اسی موقع پر حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہٗ نے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ سے کہا: ہم سے ادنیٰ شخص مسندِ خلافت پر بیٹھا ہوا ہے۔ اے علیؓ! آپ کہیں تو میں مدینہ کو سوار اور پیادہ فوج سے بھر دوں!! یہ سُن کر حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا: اے دشمنِ اسلام! کیا یہ خلافت ہم کو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ملی ہے کہ ہم اس پر اپنا استحقاق ثابت کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کسی شخص کو خلیفہ مقرر کرنے کا کوئی حکم نہیں دیا۔ بلکہ اس مسئلہ کو

ہم نے رائے اور مشورے کے ذریعہ حل کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ منتخب خلیفہ تھے تو آپؓ حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسا جواب کیسے دیتے؟ اس سے ثابت ہے کہ اہل تشیع کا قول غلط اور باطل ہے۔

29۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اذی علیاً فقد اذانی

نبیٔ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے علی کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی

30۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سب علیا فقد سبنی

نبیٔ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔

31۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی بمنزلۃ راسی من بدنی

نبیٔ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علیؓ میرے نزدیک اسی طرح ہیں جس طرح میرے جسم میں سر کی حیثیت ہے۔

32۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم علی مع القرآن مع علی لایفترقان حتی یرد علی الحوض

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علیؓ قرآنِ کریم کے ساتھ ہیں اور قرآن علی کے ساتھ ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پہ وارد ہو جائیں۔

اب یہاں سے فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے فضائل کی حدیثیں بیان ہو رہی ہیں۔

33۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیامۃ نادی منادمن العرش یا اہل الجمع نکبوا رؤسکم وغضوا ابصارکم حتی تمر فاطمہ بنت محمد علی الصراط فتمر سبعین الف جاریۃ من الجوار العین کمر البرق۔

نبیٔ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت قائم ہوگی تو عرش الٰہی کے قریب سے ایک ندا دینے والا آواز دے گا۔ اے لوگو! اپنے سروں کو جھکا لو اور اپنی نظروں کو نیچی کر لو تاکہ محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دختر فاطمہؓ پل صراط سے گزر جائے۔ اس کے بعد فاطمہؓ بنت محمدؐ ہزاروں کنیزوں کے ساتھ بجلی کی طرح گزر جائیں گی

34۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان بنی ھاشم وبنی المغیرۃ استاذنوا ان ینکحوا ابنتھم علی ابن ابی طالب فلا اذن ثم

لااذن الا ان یرد ابن ابی طالب ان یطلق ابنتی وینکح ابنتھم فانما ھی بضعۃ منی یریبنی ما اریبھا ویؤذینی ما اٰذیھا

نبیٔ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنو مغیرہ اور بنو ہاشم نے اپنی بیٹی کا نکاح علی ابن طالب کے ساتھ کرنے کی مجھ سے اجازت مانگی۔ میں نے انھیں اجازت نہیں دی۔ یہ تو اس صورت میں ہوگا جب کہ ابن ابی طالب میری بیٹی فاطمہ کو طلاق دے دیں اور ان کی بیٹی سے نکاح کرلیں۔ فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے جو تکلیف مجھے ہوگی وہی تکلیف اسے بھی ہوگی اور جو بھی رنج مجھے لاحق ہوگا وہی رنج اُسے بھی پہنچے گا۔

35۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم یا فاطمہ لا ترضین ان تکون سیدۃ نساء المؤمنین۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! کیا تم مومن خواتین کی سربراہ ہونے پر راضی نہیں ہوئیں۔

یہاں سے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے فضائل کی حدیثیں شروع ہوتی ہیں۔

36۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین (رضی اللہ تعالے عنہم) جوانانِ اہلِ جنّت کے سردار ہیں۔

37۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ابنای ھذان الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ وابوھما خیر منھما

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسن اور حسین (رضی اللہ عنہم) جوانانِ اہلِ بہشت کے قائد ہیں اور ان کے والد علیؓ ان سے بھی بہتر سربراہ ہیں۔

38۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان الحسن والحسین ھما ریحانتای فی الدنیا۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسن اور حسین (رضی اللہ تعالے عنہم) دنیا میں میرے خوش بودار پھول ہیں۔

39- قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صدق اللہ و رسولہ انما اموالکم واولادکم فتنۃ نظرت الی ھذین الصدیقین یمشیان و یعثران فلم اصبر حتی قطعت حدیثی ورفعتھما۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ کہا: تمہارے اموال اور تمہاری اولاد فتنہ اور آزمائش ہے۔ حسنؓ اور حسینؓ کو چلتے اور لڑکھڑاتے دیکھا تو میں خود صبر نہ کرسکا۔ یہاں تک کہ میں اپنی گفتگو ختم کردیا اور انھیں اٹھالیا کہ کہیں وہ گر نہ جائیں۔

جب میرے اندر اولاد کی محبت کا یہ اثر اور کشش ہے تو دوسروں کے دلوں میں ان کی اولاد اور اموال کی محبت کس قدر پیوست ہوگی۔ اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ اولاد اور اموال لوگوں کے حق میں ایک فتنہ اور آزمائش ہے۔ واللہ اعلم۔

40- قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من احب الحسن والحسین فقد حبنی ومن ابغضھما فقد ابغضنی

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حسن اور حسین (رضی اللہ عنہم) کو محبوب رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے ان دونوں کے ساتھ بغض وکینہ رکھا اس نے میرے ساتھ بغض رکھا۔

خاتمہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ۲۲ جمادی الآخر سہ شنبہ کی رات ہوئی اور آپؓ کے انتقال کا سبب وہ زہر تھا جو آپؓ کی خلافت کے زمانہ میں آپؓ کو کھانے کی چیز میں دیا گیا تھا۔ آپؓ کی عمر، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے موافق تریسٹھ سال رہی اور آپؓ کی خلافت کی مدت دو سال چند ماہ تھی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وفات غرۂ محرم الحرام میں ہوئی اور آپؓ کی خلافت کی مدت دس سال تھی۔ آپؓ کی عمر حضرت ابوبکرؓ کی عمر کے موافق تریسٹھ سال رہی۔ آپؓ کا قاتل ایک مجوسی غلام ابو لؤلؤ تھا۔

حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی وفات ۱۸ ذی الحجہ جمعہ کے روز ہوئی اور آپ رضی کی خلافت کی مدت بارہ سال تھی۔ آپ رضی کی عمر اختلاف روایت کے ساتھ بیاسی (۸۲) رہی۔ اور آپ رضی بعض باغیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

حضرت علی ابنِ ابی طالب رضی اللہ عنہٗ ۱۹ رمضان المبارک کو ابنِ ملجم کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ ایک قول کے مطابق آپ رضی کی عمر حضرت ابوبکر صدیق رضی اور حضرت عمر رضی کی عمر کے موافق تریسٹھ ۶۳ سال رہی۔ آپ رضی کی خلافت کی مدت تقریباً چھ سال تھی۔ اس معیادِ مرتضوی رضی میں امام حسن رضی کی خلافت کا زمانہ بھی شامل اور دائر ہے۔ اس کے بعد امام حسن رضی نے حضرت امیر معاویہ رضی کو خلافت تفویض فرمائی۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ۳ رمضان المبارک کو ہوئی اور آپ رضی کی عمر اٹھائیس ۲۸ رہی۔ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ وسلم کے وصال کے بعد صرف چھ ۶ ماہ زندہ رہیں۔

امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کی وفات ۲ محرم الحرام کو ہوئی اور آپ رضی کی عمر سینتالیس ۴۷ رہی۔ اور آپ رضی کے انتقال کا سبب وہ زہر تھا جو یزید کی ایماء پہ جعدہ نے دیا تھا۔

امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کی وفات ۱۰ محرم الحرام روزِ جمعہ ہوئی اور آپ رضی کی عمر ستاون ۵۷ سال رہی۔ آپ رضی کی شہادت کا واقعہ بہت ہی مشہور ہے۔

خلفائے راشدین اور امام حسن رضی اور امام حسین رضی یہ سبھی حضرات کرام شہید ہیں۔

تاریخِ تکمیلِ تصنیف روز جمعرات، ذی الحجہ سنہ ۱۱۸۸ھ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتویٰ

قدوۃ السالکین مجدد جنوب

حضرت العلامہ سید شاہ عبد اللطیف قادری المعروف بہ قطب ویلور قدس سرہ

ترجمہ و تلخیص

افضل العلماء مولوی حافظ

ابو النعمان بشیر الحق قریشی قادری لطیفی مدرس دار العلوم لطیفیہ ویلور

فتویٰ

قدوۃ السالکین حضرت علامہ سید شاہ عبد اللطیف قادری المعروف بہ قطب ویلور قدس سرہٗ نے مولوی محمد علی صاحب صدر امین راج بندری کے نام فارسی زبان میں درج ذیل فتویٰ ارسال فرمایا تھا جس میں مفتی موصوف نے رویت باری تعالیٰ کے بارے میں اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی ہے اور اپنی مصروفیات و مشغولیات کے پیش نظر امام ربّانی کی تحریر نقل کرنے پر اکتفا فرمایا ہے۔

اہل سنّت وجماعت کے عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ ہے کہ مومنین آخرت میں اپنے خالق ومعبود کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ چناں چہ ارشاد ربانی ہے: وجوہ یومئذ ناضرۃ الیٰ ربھا ناظرہ: اس دن کچھ تروتازہ چہرے اپنے رب کی جانب دیکھ رہے ہوں گے۔ حدیث نبوی میں ہے انکم سترون ربکم یوم القیٰمۃ کما ترون القمر لیلۃ البدر قیامت کے روز ضرور تم اپنے پروردگار کو دیکھ لوگے جیسا کہ چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو۔

رویت الٰہی کے مسئلہ میں اہل سنّت وجماعت کے علاوہ اکثر وبیشتر اسلامی فرقوں نے لغزش کھائی اور وہ رویت الٰہی کا انکار کر بیٹھے اور جن لوگوں نے رویت کا انکار اس بنیاد پر کیا کہ اللہ تعالیٰ کو آنکھیں نہیں دیکھ پا سکتیں: لا تدرکہ الابصار: اگر وہ آخرت کی زندگی (جو خوارق عادات سے تعلق رکھتی ہے) کی حقیقت اور رویت وادراک کے معنی ومفہوم اور فرق کو ذہن میں ملحوظ رکھ لیتے تو کوئی اشکال اور دشواری نہیں پیش آتی تھی۔ یہ مسئلہ امور آخرت سے تعلق رکھتا ہے اور آخرت کی زندگی کے اصول وضوابط کو موجودہ زندگی کے اصول وضوابط کی روشنی میں نہیں سمجھا جا سکتا اور یہ بھی ضروری نہیں کہ موجودہ دنیا میں جو قوانین وضوابط اور علل واسباب رائج ہیں وہی اخروی زندگی میں بھی رائج ہوں، بلکہ ممکن ہے کہ اس آنے والی دنیا میں نئے قوانین وضوابط اور نئے علل واسباب ہوں اور وہاں رویت کے لیے بھی وہ شرائط نہ ہوں جو یہاں ضروری ہیں۔ قرآن کریم نے آخرت کی دنیا سے متعلق یہ صراحت کی ہے۔

یوم تبدل الارض غیر الارض والسمٰوٰت: جس دن یہ زمین، نئی زمین

سے بدل جائے گی اور آسمان نئے آسمان سے بدل جائے گا۔

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جائے تو شاید غلط نہ ہو کہ جب زمین نئی، آسمان نیا تو اس کے قوانین بھی نئے اور مخلوق کے لیے بھی قوانین و ضابطے نئے ہو سکتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ادراک اور رویت سے متعلق حضرت قرنی علیہ الرحمہ کی یہ تحریر ملاحظہ کیجیے:۔

"ادراک دیگر است و روایت دیگر و علم ادراک شئ موجب عدم رویت آن نیست زیرا کہ معنی ادراک بحقیقتِ شئی رسیدن و بہ آن احاطہ کردن است و معنی رویت دیدن است۔ و دیدن بے احاطہ کردن واقع است مثلاً دریا را یا آسمان را می بینیم بے احاطہ کردن آن۔" (میزان العقائد)

ادراک ایک چیز ہے اور رویت دوسری چیز ہے اور کسی شئے کا ادراک نہ ہونا اُس شئے کے نہ دیکھنے کا سبب نہیں ہے۔ اس لیے کہ ادراک کے معنے شئے کی حقیقت تک پہنچنا ہے اور اس کا احاطہ کرنا ہے۔ اور رویت کے معنے ہیں دیکھنا اور دیکھنا بغیر احاطے کے واقع ہے مثلاً دریا یا آسمان کو بغیر احاطہ کے دیکھتے ہیں۔

حاصل کلام!

اس تفصیل سے واضح ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کی حقیقت کا ادراک نہیں ہو سکتا لیکن اس کا دیدار ہو سکتا ہے۔ اس مختصر سی تمہید کے بعد فتویٰ کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے:۔

مترجم

ابوالنعمان غفر اللہ ولوالدیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خاطرِ شریف پر واضح ہو کہ کتاب "مرقات الجنّات" اور "رسالۂ ملّا شیعی" دستیاب ہوئے "مرقات الجنّات" کا مطالعہ کیا۔ بلاشبہ وہ اسم با مسمّٰی ہے۔ ملّا شیعی کا رسالہ بھی نظر سے گزرا۔ معلوم ہوا صاحبِ رسالہ بھی اپنے اسلاف کی طرح منقول کو معقول سے تطبیق دیتے ہیں اور رویتِ الٰہی کو نادان حکماء کے ضوابط و قواعد کے دائرے میں محدود اور محصور خیال کرتے ہیں۔ اور مشروط شرائط کے بغیر رویت ناممکن قرار دیتے ہیں۔

انگریزی فوج عقل و جنسیت کے باوجود انگریزوں کے احکام پر عمل کرتی ہے اور طاعت و فرماں برداری کرتی ہے اور عقل کو کیا مجال ہے کہ وہ اپنے خالق کے احکام کو قبول کرنے سے انکار کر دے اور جو بھی احکام اس کے دائرہ سے خارج نظر آئے ان کو رد کر دے۔ بس

زہے نادان کہ او خورشیدِ تاباں بنورِ شمع جوید در بیاباں

کیا ہی نادان ہے وہ شخص جو آفتابِ عالم تاب کے ہوتے ہوئے شمع کی روشنی سے استفادہ کرنا چاہتا ہے۔

عقل کے سامنے سر جھکانا اور عقل کے خالق کے سامنے سر نہ جھکانا یہ کس قدر نادانی کی بات ہے۔

دونوں فریق اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ سمیع اور بصیر ہے اور وہ سماعت و بصارت کی مشروط شرائط سے بے نیاز ہے۔ یہ حقیقت جان لینی چاہیے کہ آخرت کے امور خوارقِ عادات سے ہیں۔ ایک جنّتی شخص مساوات کی دوری کے باوجود اور شرائط کے فقدان کے باوجود اپنے ملک و حشم کے آخر کو ایسا ہی دیکھتا ہے جیسا کہ اس کے اوّل کو دیکھتا ہے۔

نیز اہلِ ایمان اور اہلِ کفر غلمان و ولدان اور حور و ملائکہ کو دیکھیں گے۔ یہاں رویت سے متعلق نادان حکماء کی مشروط شرائط کہاں پائی جاتی ہیں۔

طرفہ طرازی تو یہ ہے کہ فلاسفہ بھی امور مشروطہ کو رویت کے لیے شرط قرار نہیں دیتے ہیں لیکن روحانیات اور ان کے مشاہدے اور ان کے ساتھ مخاطبت کو تسلیم کیے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا قول لن ابرح الارض حتی یاذن لی ابی اور فلن اکلم الیوم انسیا اور ان دو آیتوں کے علاوہ دیگر آیات میں حرف لن نفی تاکید کے لیے ہے۔ لیکن یہ صاحبان ایسے ہوا و ہوس سے بھرپور مدعا کو ثابت کرنے کے لیے حرف لن کو نفی تابید (ہمیشہ

کرنا کسی کام کو ابد تک) قرار دے رہے ہیں۔ اور یہ پہلا موقعہ نہیں ہے جو مسلمہ اصول کو پامال کیا گیا ہو۔ بلکہ اپنی نفسانیت کے تحت اکثر مرادات الٰہی سے متعلق اسی قسم کا صاف جواب دیا گیا ہے۔

حق و باطل کے فیصلہ کا دن قیامت ہے۔ اس روز ظالم و مظلوم دونوں اپنے اپنے اعمال کی سزا اور جزا دیکھ لیں گے۔ لیکن یہ لوگ مدعی اور مدعی علیہ اور سرگرم گواہوں کے بغیر ہی اگلے زمانہ اور گزشتہ زمانہ کے لوگوں کا فیصلہ کرنے لگے ہیں۔ اور قضاء علی الغائب کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور مدعی اور مدعی علیہ کے فائدہ و نقصان کے بغیر اپنے عزیز اوقات ضائع کر رہے ہیں۔ قرآنِ پاک کی یہ آیت طیبہ ان کے حال کی صحیح ترجمان ہے۔

قل هل ننبئكم بالاخسرين اعمالا الذين ضل سعيهم في الحيوٰة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا

اے نبیٔ محترم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ منکرین حق سے یہ کہہ دیجیے کیا ہم تم کو بتائیں کہ کون لوگ اپنے اعمال کے اعتبار سے نقصان و خسران میں رہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری کوششیں دنیا کی زندگی میں اکارت ہوئیں اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ بڑے اچھے اور نیک کام کر رہے ہیں۔

اسلام کے باوجود اس بے فائدہ کام میں انگریزوں اور دیگر کافروں کی عدالت و کچہری سے بھی کوئی عبرت حاصل نہیں کر رہے ہیں۔ اسی سے قیاس کر لینا چاہیے کہ ان صاحبوں کے امور و معاملات کس قدر ناقابلِ اعتبار ہیں۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

مقدمۂ رویت میں تنازع اور جھگڑا اسلافی ہے۔ اس مسئلہ میں بحث و مباحثہ کرنا اور جواب دینا تضیع اوقات کے سوا کوئی فائدہ نہیں۔ جامع علوم ظاہری و باطنی امام ربانی شیخ احمد سرہندی نے رسالۂ "مبدا و معاد" میں مقدمۂ رویت سے متعلق روشنی ڈالی ہے۔ وقت کی قلت اس مسئلہ کی مزید تشریح و توضیح کے لیے مانع ہے۔ لہٰذا فقیر شیخ سرہندی کی تحریر یہاں نقل کرنے پر اکتفا کر رہا ہے۔

"یہ بات حق ہے کہ مؤمنین کو آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔ یہ وہ مسئلہ ہے جس کے قائل صرف اہلِ سنت و جماعت ہیں۔ ان کے علاوہ اسلامی فرقوں میں سے کوئی فرقہ اس کا قائل نہیں ہے اور حکمائے فلاسفہ بھی رویت کے منکر ہیں۔ منکرین کے انکار کی وجہ

شاھد پر غائب کا قیاس اور یہ غلط ہے۔ مرئی (وہ چیز جو دکھائی دے) جب بے چون و بے چگونہ اور بے مثل و بے مانند (یعنی اللہ تعالیٰ) ہے، رویت بھی جو اس کے ساتھ متعلق ہوگی وہ بھی بے مثل ہوگی۔

اور یہ وہ حقیقت ہے جس پر ایمان لانا ہی چاہیے اور اس رویت کی کیفیت کو جاننے اور سمجھنے کے درپے نہیں ہونا چاہیے۔ اور یہ راز خواص اولیاء اللہ پر ظاہر ہوا ہے۔ ہر چند کہ رویت نہیں لیکن بے رویت بھی نہیں ہے۔ ان تعبد اللہ کانک تراہ: اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔

کل قیامت کے دن مومنین حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ لیکن ادراک نہیں کر سکیں گے۔ لا تدرکہ الابصار: آنکھیں اللہ تعالیٰ کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ دو چیزوں کا علم حاصل ہوا۔ ایک علم یقینی: ضرور رویت ہوگی۔ دوسری وہ لطف ولذّت جو رویت سے حاصل ہوگی۔ ان دو چیزوں کے علاوہ رویت کے لوازم سے ساری چیزیں اور شرطیں مفقود رہیں گی۔

رویتِ باری تعالیٰ کا مسئلہ مسائل کلامیہ کے دقیق و عمیق اور غامض مسائل سے تعلق رکھتا ہے اور آدمی کی عقل اس کے تصوّر اور اثبات سے عاجز اور درماندہ ہے۔ اس مسئلہ کو علمائے صوفیاء میں سے متابعین انبیاء نے نور فراست سے دریافت کر لیا ہے۔ اور یہ فراست انوارِ نبوت سے فیض شدہ اور مقتبس ہے۔ اس کے علاوہ دیگر مسائل جو علم کلام سے تعلق رکھتے ہیں ان کے اثبات سے عقل عاجز ہے۔

علمائے اہلِ سنّت وجماعت کو صرف نورِ فراست حاصل ہے اور صوفیاء کو نورِ فراست کے علاوہ کشف وشہود کی نعمت بھی حاصل ہے۔ کشف اور فراست کے درمیان اسی طرح کا فرق ہے جس طرح کا فرق حدسیات اور حسیّات کے درمیان ہے۔ فراست، نظریات کو حدسیات بنا دیتی ہے اور کشف، حدسیات کو حسّیات بنا دیتی ہے۔ ایسے مسائل جن کے قائل صرف اہل سنّت ہیں۔ وہ تمام اس قبیل سے تعلق رکھتے ہیں جن کو نورِ فراست کے ذریعہ معلوم کیا گیا ہے۔ اور جن کا مشاہدہ کشف صحیح کے ذریعہ کیا گیا ہے۔ لیکن مخالفین نے ان مسائل کو عقل کے ذریعہ حل کرنے کو لازم سمجھا اور جو بھی بات عقل کے دائرہ میں نہ آسکی اس کے انکار کے درپے ہو گئے۔

اہل سنّت کے علماء نے بھی ان مسائل کی عقلی حیثیت سے تھوڑی بہت تشریح کی ہے لیکن اس سے ان کا مشاہدہ ومنشاء تصویہ ذہنیہ ہے۔ نظرودلیل اور عقل وفکر کی بنیاد پر ان مسائل کا اثبات نہیں ہے۔ اس لیے کہ عقل کی آنکھیں ان مسائل کی تصویہ واثبات سے اندھی ہے۔

اہل سنّت کے بعض علماء کا یہ طرز عمل بھی عجیب ہے کہ اپنے مسائل کو استدلال کے مقام میں لانے کی کوشش کررہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان مسائل کو دلائل و براہین کے ذریعہ ثابت کریں اور مخالفین پر حجت پوری کردیں۔ لیکن یہ میسر نہ ہوگا اور اتمام وانجام کو نہیں پہنچیں گے۔ نیز اس طریقہ وعمل کی وجہ سے مخالفین خیال کریں گے کہ ان کے مسائل ان کے استدلالات کے رنگ میں ادھورے کھوٹے اور ناتمام ہیں۔ مثلاً اس مسئلہ کو لیجیے:

اہل سنّت کے علماء نے استطاعت مع العقل ثابت کیا ہے اور یہ مسئلہ مسائل حقہ میں سے ایک ہے جو نورِ فراست اور کشفِ صحیح سے دریافت کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے ثبوت میں جو دلائل پیش کئے گئے ہیں وہ نامکمل اور ناتمام ہیں۔

اس مسئلہ کے اثبات پر ان کے دلائل کی قوت دو زمانوں میں عدم بقائے اعراض ہے۔ اس لیے کہ اگر عرض باقی ہوگا تو قیام عرض بعرض لازم آئے گا اور یہ محال ہے۔

جب مخالفین نے اس دلیل کو ادھوری اور ناتمام دیکھا تو یقین کر بیٹھے کہ یہ مسئلہ بھی ناتمام اور مزلف ہے۔ لیکن یہ نہیں جان سکے کہ اس مسئلہ کے اثبات پر رہنمائی کرنے والی چیز نور فراست ہے جو انوارِ نبوت سے مقتبس اور فیض شدہ ہے۔

یہ ہماری غلطی ہے کہ ہم حدسی اور بدیہی کو مخالفین کی نگاہ میں نظری بنا رہے ہیں اور تکلفات کے ذریعہ اس کو ثابت کرنے کی کوشش کررہے ہیں اس باب میں انتہا یہ ہے کہ مخالفین کے مقابلہ میں حدسی اور بدیہی خوب ودرست نہیں ہے۔ جس شخص کے دل میں ایمان کی روشنی ہوگی وہ بے اختیار قبول کرے گا اور جو بے نصیب ہوگا وہ انکار کے درپے ہی رہے گا۔

شیخ ابوالمنصور ماتریدی کے اصحاب کا عمدہ طریقہ ہے کہ انھوں نے اپنے آپ کو مقاصد پر ٹھہرالیا اور فلسفہ کی تدقیقات اور غوامض سے اعراض کیا۔ شیخ ابوالحسن اشعری کی جماعت کے علماء میں فلسفیانہ انداز سے استدلال کی راہ ہموار ہوئی اور انھوں نے چاہا کہ اہلِ سنّت وجماعت کے معتقدات کو فلسفیانہ استدلال سے بھی مکمل بنائیں لیکن یہ دشوار ہے۔ اور مخالفین کو اکابرِ دین پر لعن طعن کرنے کے لیے دلیر بنا دیا اور سلف کے طریقہ سے ہٹ جانا ہے۔ ثبتنا اللہ علی متابعۃ اہل الحق المقتبسۃ من انوار النبوت علی صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات انمہا واکملہا۔ ••

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوبات

حضرت قطبِ ویلور قدس سرہٗ

مجدّدِ جنوب سلطان الموشدین حضرت مولانا الحاج شاہ محی الدین سیّد شاہ عبداللطیف نقوی قادری المعروف بہ قطبِ ویلور قدس سرّہٗ نے اپنے تلامذہ، مریدین، معتقدین، متعلقین اور متوسلین کے نام فارسی میں خطوط تحریر فرمائے ہیں جن میں سے چند مکتوبات کا ترجمہ حاضر ہے

ترجمہ و تلخیص

مولوی حافظ ابوالنعمان بشیر الحق قریشی قادری استاذِ دار العلوم لطیفیہ ویلور

انا من المشرکین۔

آپؐ فرما دیجیے یہ (دین اسلام ہی) میری راہ ہے۔ میں تو اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور میرے متبعین پوری بصیرت پہ ہیں۔ اللہ پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں نہیں ہوں۔

تقریباً ایک سال سے یہ خیال دل میں جاگزیں ہے کہ کرنول اور اس کے اطراف واکناف کے باشندوں کی خدمت دعوت الی اللہ کے ذریعہ سے انجام دوں اور وہاں کے لوگوں سے ملاقاتیں کروں اور بزرگوں کی زیارت سے مشرف ہو جاؤں۔ اسی اثناء میں آپ کا التفات نامہ باعث نوازش ہوا جس نے مذکورہ شوق میں اضافہ کر دیا ہے۔ لیکن اس وقت فقیر جو زندگی کے ہتر کی سرحد پر پہنچ چکا ہے اور لب گور بیٹھا ہوا ہے۔ قوت جسمانی کی کمی اور ذی قعدہ وذی الحجہ کے مہینوں کی شدت حرارت اس علاقہ کا سفر کرنے میں مانع ہے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ موسم گرما ختم ہونے کے بعد اس علاقہ کی جانب سفر کا موقع عنایت فرمائے گا اور آخرت کی زندگی کو کامیاب بنائے گا۔ بلاشبہ میں مومن کی زندگی سنوارنے کا مستحق ہوں اور اس خدمت کے ذریعہ اپنی آخرت کی زندگی سنوارنے والا ہوں واللہ علی کل شیئ قدیر۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور وہاں کے مسلمانوں اور سارے عالم کے مسلمانوں کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم دنیا وما فیہا سے فریب نہ کھائیں جو خدا کی ناپسندیدہ اور ملعون ہے اور ہمیشہ باقی رہنے کی ذات کی محبت کی بوباس ہمارے دماغ میں پہنچائے اور ہمیں موت کی یاد اور آخرت کی ہولناکیوں سے غافل نہ رکھے اور سرور انام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی متابعت پر ظاہری اور باطنی دونوں حیثیت سے مداومت اور استقامت عطا فرمائے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع البصیر۔۔

۲۔ بنام محمد معروف صاحب المعروف خان عالم صاحب خان بہادر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح خاطر ہو کہ آپ نے امیر زادہ کے بارے میں جو تحریر کیا تھا معلوم ہوا۔

مخدوم من!

اگر آپ باطل سے منہ موڑ لیں اور حق کی جانب مائل ومتوجہ ہو جائیں اور اپنے امور ومعاملات

مکتوبات

۱۔ بنام غلام محی الدّین صاحب جانوزی۔ کرنول۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلام مسنون کے بعد قلب سعادت ذخائر پر واضح ہو کہ اوائل شوال سنہ ۱۲۸۰ ہجری کا تحریر کردہ التفات نامہ دستیاب ہوا۔ آپ کے رجوع الی اللہ اور اہل اللہ کے ساتھ محبت و الفت کی خبر سے دل شاد اور مسرور ہوا۔ ایسے افراد بہت کم ہیں جو عالمِ کامرانی میں حق کی جانب مائل رہیں اور اپنے پروردگار کی جانب راغب و متوجہ رہیں۔ ؏ این کار دولت است اکنون تا کرا رسد

اللہ تعالی اپنے پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام سے فرماتا ہے: اے داؤد! تم کسی نیک اور صالح بندے کی صحبت اور خدمت میں رہو۔ صالح بندے کی صحبت و خدمت سے بالاتر دولت اور کیا ہو سکتی ہے کہ داؤد علیہ السلام جیسے پیغمبر بھی مردِ منیب کے خدمت گذار تھے۔

ہم پیروانِ پیغمبرؐ کا کام ہی لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلانا ہے۔ اللہ تعالے کا فرمان ہے:

قل هذه سبيلي ادعوا الى الله على بصيرة انا ومن اتبعني وسبحن الله وما

کو خالق و مالکِ برحق و حکیم مطلق کو تفویض فرمائیں تو ان شآء اللہ رنج و غم اور حزن و ملال سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ خواجہ خود روش بندہ پروری داند ۔

اللہ تعالیٰ سے بجز اللہ کے کچھ نہ مانگو ۔ اس سے بڑھ کر کوئی دولت اور کوئی نعمت نہیں ہے ۔ ایں کارِ دولت ست اکنوں تا کرا رسد ۔

ہاں! اس حقیقت کو فراموش نہ کیجیے ۔ قرض ایک بُری بلا ہے اور ایک عظیم آفت ہے اور یہ مخلوق کا حق ہے ۔ ایک صحابیؓ کے ذمّہ تین درہم قرض تھا اور انھوں نے کوئی روپیہ اور پیسہ بھی نہیں چھوڑا تھا ۔ جب ان کا انتقال ہوا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھائی ۔ یہاں تک کہ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ نے مرحوم کا قرض ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کر لی ۔ اس وقت آپ ﷺ نے جنازہ کے پاس تشریف لائے اور نماز پڑھائی ۔ اتنی بات ضرور ہے کہ اگر قرض ادا کرنے کی نیّت سے وسعت و کشادگی تلاش کریں تو ادائیگی کی گنجائش اور سہولت بھی منجانب اللہ میسّر ہوتی ہے اور وسعت و کشادگی کے اثر کا حاصل کرنا مراقبہ سے بالاتر ہے ۔

اس مدعا کو بالعموم جان لینا چاہیے کہ اسمائے الٰہیہ میں سے جس اسم کا بھی مراقبہ کریں گے اس کا حصّہ کچھ تو ضرور پائیں گے ۔ چنانچہ جو شخص رزّاق کا مراقبہ کرے گا اور اس مراقبہ کو کمال تک پہنچا دے تو اس کے اندر رزّاقیت کی شان جلوہ گر ہو گی اس کی وجہ اس اسم الٰہی کا ظہور کریم مطلق کا کمال لطف و کرم ہے ۔ ایک سخی کی بھی یہ عادت ہوتی ہے ۔ جب کوئی شخص کھانا کھانے کے وقت سامنے آجائے اور اُمید کی نظروں سے دیکھے تو وہ ضرور اس کو کھانے میں شریک کر لیتا ہے ۔

مکتوبِ مدنی روانہ کرنے کے بعد اس کی غلطی و تحریف سے آگاہی ہوی ۔ اگر وہ خط مکتوب فقیر کے خط سے تحریر کیا گیا ہے تو روانہ کریں تصحیح کے بعد واپس کیا جائے گا ۔ ۰۰

۳۔ بنام بخشی الدولہ نقی صاحب بہادر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلام مسنون کے بعد خاطرِ شریف پر واضح ہو کہ فقیر ۲۹ر شعبان ۱۲۶۹ سنہ ہجری کو روز یکشنبہ زوال کے وقت مدراس پہنچا اور ۳ر رمضان المبارک روز شنبہ زوال سے پہلے ویلور پہنچا ایک بزرگ فرماتے ہیں:

مست مئے بیدار گردد نیم روز — مست دولت روز محشر با مراد

شراب کے نشے میں مست آدمی نصف یوم کے بعد بیدار ہوتا ہے لیکن دولت کے نشے میں چور آدمی محشر ہی میں بیدار ہوتا ہے۔

زر اور جوانی بھی یہی حکم رکھتے ہیں۔ فقیر آں مکرم کو جوانی اور کامرانی کے باوجود حق کی جانب مائل اور متوجہ دیکھ رہا ہے اور دنیا و ما فیہا کی جانب چنداں التفات اور رغبت نہیں دیکھ رہا ہے۔
ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اللہ عظیم فضل والا ہے۔

اللہ تعالےٰ سے امیدوار ہوں کہ وہ فقیر کے اس ظن و خیال کو صحیح اور درست فرمائے اور آپ کو دینی و دنیوی امور و معاملات میں ترقی اور خیر عطا فرمائے۔ انہ قریبٌ مجیبٌ۔

اہلِ ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ جو محبت اور الفت رکھتے ہیں اس کا اظہار کریں۔ من احب اخاہ فلیعلم ایاہ۔ اس لیے فقیر اس حقیقت کو ظاہر کر رہا ہے کہ اس کے دل میں آں مکرم سے محبت والفت ہے۔ دعاؤں کی مقبولیت کی امید سے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں جذب و قرب کے واسطے دست بہ دعا ہے ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم: اے ہمارے رب ہماری دعاؤں کو قبول فرما بلا شبہ تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔

فقیر اشغال واشغال کے ہجوم اور آفتاب کی حرارت کے باعث آپ کے خانۂ شریف کے روبرو سے گزر گیا۔ ملاقات نہ کرنے پر دل اپنے قصور کا معترف اور نادم ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب مسلمانوں کو ارکانِ شریعت غرّا اور احکامِ ملّتِ زہرا پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے دلوں کو دنیا و ما فیہا کی کدورات سے پاکی اور خلاصی عطا فرمائے جو خدا کی ملعون ہے۔ ایں کار دولت است اکنوں تا کرا رسد۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تادیر قائم رکھے اور آپ کے وجود سے اسلام کی تائید و نصرت فرمائے۔

بنام : مولوی مفتی سید حسین الملک عرف پاچھا صاحب مفتی بلہاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلام مسنون کے بعد واضح خاطر شریف ہو کہ فقیر کے نام ۱۵ رجب المرجب ۱۲۶۸ سنہ ہجری کو کمالِ لطف وکرم کے ساتھ تحریر کیا ہوا التفات نامہ باصرہ نواز ہوا اور خیریت وکیفیت سے آگاہ اور شاد کیا۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔

مکرم من!

شادی کی تاخیر کی اطلاع ملی۔ جو بھی کرنا ہو جلد از جلد کیجیے چھ ماہ کی تاخیر کوئی وجہ نہیں رکھتی ہے اگر ہو سکے تو اور بھی جلدی کیجیے۔

من نمی گویم زیاں کن یا بفکر سود باش ای ز فرصت بے خبر ہر چہ باشی زود باش

آپ نے اشارہ فرمایا تھا کہ مزاجِ شریف کی ناسازی اور اپنے خاندان کے بیٹیوں کی زیادتی کے باعث اس فقیر مشتاق کی ملاقات کو کالستری کے دوستوں کی ملاقات پہ مقدّم رکھتے ہیں۔

میرے محترم!

فقیر آپ کی دو صاحبزادیوں کے بارے میں ایک تجویز سوچ رکھا تھا جیسا کہ اس سے پہلے بھی اشارہ کر چکا ہوں لیکن اب وہ مذکورہ تجویز ہاتھ سے نکل چکی ہے۔ بہرحال جہاں تک ہو سکے آپ کے امور ومعاملات میں قاصر نہیں ہوں اور نہ رہ سکتا ہوں۔

علاج ومعالجہ کے معاملہ میں بیمار کا طبیب کے سامنے حاضر رہنا ضروری ہے۔ آپ سے ملاقات کے بعد ہی کوئی دوا تجویز کی جا سکتی ہے۔ فی الوقت ہفتہ میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ شربت وردمکرر دو تین تولہ بدرقۂ آبِ سرد کے ساتھ استعمال کریں اور دوپہر کے وقت میں مفرح بارد دلکشا ایک مثقال بدرقۂ آبِ کشنیز خشک کے ساتھ یا پانی کے ساتھ استعمال کریں۔

نیز آپ نے تحریر فرمایا: کہ وہاں کے بعض حضرات فقیر سے بیعت کا عزم رکھتے ہیں یہ اُن کے حُسنِ ظن کا مقتضیٰ ہے۔ اللہ تعالےٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

آپ نے وہاں کے بعض لوگوں کے افتراء کے سبب سے متعلق دریافت کیا تھا۔

مکرم من

فقیر نہیں جانتا کہ مولوی اسمٰعیل کون ہیں اور ان کا مذہب کیا ہے؟ دوزخی ہیں یا جنتی؟ اللہ کے نزدیک مومن ہیں یا کافر؟ غرض وہ جو بھی ہیں قیامت کے روز حقیقت سامنے آجائے گی۔

تکمیل الایمان کے مصنف حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے ولا نکفر من اهل القبلة (ہم اہل قبلہ[1] کو کافر نہیں کہیں گے۔) کے قول کے تحت ایک مسلمان کو کافر کہنے اور اس کو ملعون کہنے سے جو منع کیا گیا ہے اور کافر و ملعون کہنے والے شخص پر کفر اور لعنت لوٹ جانے کا جو اندیشہ ظاہر کیا ہے۔ یہ ساری بحث آپ نے بھی دیکھی ہو گی۔

نیز حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ نے کیمیاے سعادت میں ایک مسلمان کی تکفیر و تلعین اور سب و شتم کی ممانعت سے متعلق جو لکھا ہے وہ بھی آپ نے پڑھا ہی ہو گا۔

ملّا علی قاری 'مسیح الازھر' میں لکھتے ہیں:

تکفیر کے مسئلہ میں کفر کے ننانوے احتمال ہوں اور صرف ایک احتمال کفر کی نفی کا موجود ہو تو ایسی صورت میں مفتی اور قاضی کے لیے یہی اولیٰ ہے کہ وہ اس نفی والے احتمال کو اختیار کرے اور ایک مسلمان کو کافر قرار دینے سے احتراز کرے۔ کیوں کہ ایک مسلمان کو کافر کہنے کی غلطی کرنے سے کہیں زیادہ یہ بات سہل ہے کہ ہزار کافروں کو باقی رکھنے کی غلطی کر دے۔

مسئلۂ تکفیر میں اس بات کی تصریح بھی ہے کہ کلمۂ کفر کہنے والے آدمی کی جانب سے اس کی

---

[1] اھل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کے قبلہ کی جانب نماز ادا فرماتے ہیں۔ قرآن و حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ اور توحید و رسالتِ محمدی کا اقرار کرتے ہیں تو ان کو کافر نہیں کہنا چاہیے۔ اگرچہ ان کے بعض کلمات سے کفر لازم آرہا ہو۔ لیکن جب تک کہ وہ کلماتِ کفر کو لازم نہ کرلیں۔ یا کلماتِ کفر کا لزوم ان کے ساتھ خوب اچھی طرح ظاہر ہو تو ان کی تکفیر نہیں کرنی چاہیے۔ جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کے حال کی اصلاح اور توجیہہ کرنی چاہیے۔ اور کسی آدمی پہ سختی کرنے میں اور کافر کہہ دینے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔

حدیثِ نبویؐ ہے کہ جو شخص کسی دوسرے شخص کو کافر کہہ دے اور اگر وہ حقیقت میں کافر نہ ہو تو کہنے والا شخص ہی اسی وقت کافر ہو جائے گا۔

(کذا فی تکمیل الایمان)

مترجم

تاویل قبول کی جائے گی۔ اس قول میں بعض فقہائے کرام کا اختلاف ہے اور یہ تمام بحث اس وقت ہے جبکہ قائل کی زبان سے عمداً کفر کا کلمہ صادر ہوا ہو اور اگر سہواً و نسیاناً صادر ہوا ہو تو کوئی بحث ہی نہیں۔ کیوں کہ یہ قابلِ عفو ہے۔ چناں چہ حدیث شریف میں ہے کہ جو غلطیاں میری امّت سے خطا و نسیان اور جبر و اکراہ سے صادر ہوں گی وہ قابلِ عفو ہیں۔ اور قاضی خان نے اپنے فتاویٰ میں صراحت کی ہے کہ بے شک جب خاطی (وہ شخص جو اپنے ارادے سے خطا کرے) کی زبان سے کلمۂ کفر صادر ہو تو اس کو خطا ہی سے تعبیر کیا جائے گا۔ اور اس سے کفر لازم نہیں آئے گا اور اس مسئلہ میں سارے فقہائے کرام کا اتفاق ہے۔

ینابیع میں مرقوم ہے۔ جب کسی مسئلہ میں ایسے متعدد اسباب اور وجوہ پائے جاتے ہوں جن سے تکفیر لازم آتی ہے تو علّت بیان کرنا واجب ہے۔ اور صرف ایک وجہ مانع تکفیر ہے تو ایسی صورت میں مفتی پر واجب ہے کہ ایک مسلمان کے ساتھ حُسنِ ظن رکھتے ہوئے اسی مانع تکفیر وجہ کو اختیار کرے اور اگر قائل کی نیّت اس مانع وجہ تکفیر کے ساتھ مطابق ہو تو وہ مسلمان ہے۔ اور اگر قائل کی نیّت تکفیر کو واجب کر دینے والی وجہ کے ساتھ مطابق ہو تو مفتی کا فتویٰ نفع نہیں دے گا۔ لہٰذا مفتی کو چاہیے کہ قائل کو کلمۂ کفر سے رجوع کرنے اور توبہ کرنے اور اپنی بیوی کے ساتھ نکاح کی تجدید کرنے کا حکم دے۔

تتمہ میں مرقوم ہے کہ امام اعظم ابوحنیفۃ النعمانؒ فرماتے ہیں کلمۂ کفر کفر نہیں ہے جب تک اس کے ساتھ قلبی اعتقاد موجود نہ ہو۔

حاشیۂ سراجیہ اور محیط اور ذخیرہ میں مرقوم ہے کہ مسلمان کافر نہیں ہوگا جب تک کہ وہ کفر کا ارادہ نہ کرے اگرچہ کہ کلماتِ کفر اس کی زبان سے نکل گئے ہوں۔

خلاصہ میں مرقوم ہے کہ مسئلہ تکفیر میں بنیادی اصول یہ ہے کہ محتمل الفاظ کی وجہ سے کسی شخص کی تکفیر نہ کی جائے۔ کیوں کہ کفر عقوبت کے باب میں آخری درجہ ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی درجہ نہیں۔ لہٰذا گناہ کے باب میں بھی آخری درجہ کے گناہ کا متقاضی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ محتمل الفاظ کے ساتھ کفر انتہائی درجہ کا گناہ نہیں ہے۔

ملتقط میں مرقوم ہے کہ جب کسی عالم کے سامنے ایک مسلمان کو کافر کہہ دینے کا قضیہ پیش آجائے تو اس کو چاہیے کہ اہلِ اسلام کی تکفیر میں جلدی نہ کرے۔ جب کہ تلواروں کی چھاؤں میں جبر و اکراہ کی وجہ سے کلماتِ کفر کہنے والے مسلمان کے حق میں اہلِ اسلام نے کل فیصلہ کیا

جاتا ہے۔

فقیر صراط مستقیم مطبوعہ ۱۲۳۸ھ صفحہ تین، چار، دوسو ستّر اور تین سو ترہتر دیکھا مولوی اسمٰعیل کی تکفیر اور ان پہ سب وشتم میں شریک نہیں ہے۔

اہل سنّت وجماعت کی عدم شراکت خلفائے ثلاثہ (حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)) کی بدگوئی اور تکفیر کرنے والوں (یعنی روافض) کو ناخوش بنا دیتی ہے اور خلیفۂ رابع حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کی بدگوئی اور تکفیر کرنے والوں (یعنی خوارج) کو ناخوش اور ناپسندیدہ بنا دیتی ہے اسی طرح مذکورہ شخصیت کی بدگوئی اور تکفیر کرنے والوں کو فقیر کی عدم شراکت اور عدم مبادرت ناخوش بنادے گی اور فقیر پرافتراء کا باعث ہوگی۔

سراج الاُمّت امام اعظم ابوحنیفۃ النعمان یزید پلید کی اور اس پہ سب وشتم نہ کرنے کے سبب سے اور احتیاط پر عمل کرنے کی وجہ سے مطعون نہیں ہیں تو یہ مسکین مولوی اسمٰعیل کی تکفیر اور سب وشتم میں شریک نہ رہنے اور احتیاط پر عمل کرنے کی وجہ سے مطعون کیوں ہوگا۔

قرآنِ کریم، احادیثِ شریف اور بزرگانِ دین کے اقوال فرعون کے کفر پر دلالت کرنے والے ہیں اور صاحب مسیح الازھرؒ نے فرعون کو شقی الاولین والآخرین لکھا ہے لیکن اس کے باوجود شیخ محی الدین ابنِ عربیؒ نے تاویلات کے ذریعہ فرعون کے ایمان کو ثابت کیا ہے اور اس کی عدم تکفیر کی جانب گئے ہیں۔ شیخ کا یہ موقف اُن کی قطبیت میں خلل انداز نہیں ہے۔ اور شیخ کو فرعونی نہیں ٹھہرایا بلکہ مُلّا جلال الدین دوانی نے اُن کے اس موقف کی تعریف کی ہے اور اس چیز کو ان کی وسعتِ نظر ورحمت سے تعبیر کیا ہے۔ فقیر عدم تکفیر کا موقف اختیار کرنے اور احتیاط پہ عمل پیرا ہونے کی وجہ سے فقیر کے ایمان میں کیا خلل واقع ہوگا؟

یہ مسکین اہلِ سنّت وجماعت سے ہے اور حنفی مذہب کا پیرو ہے اس کے باوجود بھی اگر عدم تکفیر اور احتیاط کے موقف سے اس کو اسمٰعیلی خیال کریں تو کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ امام شافعیؒ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت اور آلِ اطہار کے ساتھ محبت والفت رکھنا رفض وشیعیت کا موجب ہے تو بس میں رافضی ہوں۔

افراد کو اپنی ذات اور برادری سے باہر نکالنا اور اپنی ہی جماعت کو ضعف والخطاط

کی طرف دھکیل دینا نہایت بے وقوفوں اور نادانوں کا کام ہے۔ نصاریٰ عیسیٰؑ پرستی کے باوجود لاکھوں افراد کو اپنی ذات اور برادری میں شامل کر رہے ہیں۔ اور روز بروز اپنی جماعت میں اضافہ کر رہے ہیں۔ میں نہیں جانتا ہوں کہ مسلمان خدا پرستی کے باوجود اسمٰعیل کو کافر کہنے میں اور ان کو جماعتِ مسلمین سے خارج کرنے میں اور مسلمانوں کے درمیان تفریق پیدا کرنے میں آخر اس قدر اہتمام کس واسطے ہے؟ جو آدمی مشہور ہو اور وہ مطعون اور معیوب نہ ہو، عنقا کا حکم رکھتا ہے۔ مثل مشہور ہے "شہرت ایک آفت و مصیبت ہے۔"

فقیر کے بزرگانِ کرام پر بھی حسد کیا گیا تھا اور ان پر بھی عیب گیری و نکتہ چینی کی گئی تھی۔ امامِ ربّانی مجدّد الف ثانیؒ، شیخ محی الدین ابنِ عربی، زمانۂ حال کے بزرگانِ کرام، ائمۂ اربعہ، ائمۂ متقدمین اور خلفائے راشدین بھی لعن وطعن اور تکفیر کی بلا سے آزمائے گئے۔ بنو مروان کے خلفاء اپنی خلافت کے زمانہ میں ستّر سال تک منبروں پر علی الاعلان خلیفۂ رابع علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہٗ پر لعن طعن اور سب وشتم کرتے رہے۔ کروڑوں رافضی حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ حضرت عثمان اور دیگر صحابۂ کرامؓ کو کافر کہہ رہے ہیں۔ اور لاکھوں خارجی حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہٗ اور دوسرے اہلِ بیت کو کافر کہہ رہے ہیں۔ ایسے ایسے نفوسِ قدسیہ اور بزرگانِ کرام جب طاعنوں کی زبان سے بچ نہیں سکے تو دوسرے اشخاص کیسے بچ سکتے ہیں؟ شیخ سعدیؒ نے سچ کہا ہے:

اگر دنیا میں اپنے آپ کو اہلِ دنیا کے شر و فساد سے اور تکلیف سے محفوظ رکھنا چاہتا ہو تو خود کو لوگوں سے کنارہ کش رکھو۔ یہاں زبان کے ظلم وجور سے کوئی نہیں بچ سکا۔ اگر آسمان سے فرشتہ اور پری بھی زمین پر اتر آئیں تو ان کے بارے میں بھی بد گمانی کی جائے گی۔ کوشش اور ہمت کے ذریعہ دریائے دجلہ کا رُخ موڑا جا سکتا ہے لیکن طاعنوں اور بداندیشوں کی زبان کو بند نہیں کیا جا سکتا۔

حاصل کلام!

ایک مومن کا کردار یہی ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو اپنے پیشِ نظر رکھے اور کسی بات کی پروا اور التفات نہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر ان کو تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب دوسری میرے اہلِ بیت!

ہر چند کہ یہ مسکین احقر اور کم تر ہے لیکن آلِ نبوی صلعم اور اہلِ عترت میں ہے اور کتاب اللہ کا پیرو اور شاہ راہِ شریعت کا راہ رو ہے۔ کل قیامت کے روز یہ حقیقت کھل جائے گی اور سب جان لینگے کہ اس مسئلہ میں فقیر کی پیروی کرنے والا راہِ راست پر تھا۔ اور فقیر کی مخالفت کرنے والا غلط راستہ پہ تھا۔ ؎

بوقتِ صبح شود ہمچو روز معلومت — کہ باکہ باختۂ عشق در شبِ دیجور

دل میں بہت ساری باتیں ہیں لیکن فرصت کی کمی ان کے اظہار میں مانع ہے۔ ناچار ملاقات پہ موقوف رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ سے امیدوار ہوں کہ وہ ہمیں اور انھیں اور سارے دوستوں اور تمام مسلمانوں کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ جادۂ شریعت پر مستقیم رہیں اور دنیا و مافیہا سے جو اللہ کی ملعون ہے، فریب نہ کھائیں۔

تم جہاں کہیں رہو اللہ کی نصرت و تائید اور حمایت تمہارے ساتھ رہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواہر السلوک

مصنف

مجددِ جنوب، قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین

حضرت العلام مولانا مولوی

سیّد شاہ محی الدین عبداللطیف قادری المعروف بہ قطب ویلور قدس سرہٗ

ادارہ

اٹھارہواں فائدہ

تجلیِ افعال کی بہت سی قسمیں ہیں۔ کتاب انسانِ کامل کے مصنف نے بارہویں باب میں ان میں سے سولہ اقسام کا ذکر کیا ہے۔ اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی تجلی اس کے افعال میں عبارت ہے۔ اُس مشہد میں جس میں بندے کو اشیاء میں قدرت کا جاری ہونا دکھایا جاتا ہے، وہ اس طرح کہ حق تعالیٰ ہی اس کا محرّک اور مسکّن دکھائی دیتا ہے، جس سے بندے کے فعل کی نفی ہوتی ہے اور حق تعالیٰ کے فعل کا اثبات ہوتا ہے اور بندہ اس دیکھنے کے مقام (مشہد) پر اپنی قوت اور ارادہ سے بالکل مسلوب ہوجاتا ہے۔ (یعنی بندہ ہر فعل کو فعلِ حق سمجھتا ہے اور بندہ محض اس کا ایک آلہ ہے جو خود بے اختیار ہے۔ مترجم) اس مقام پر لوگوں کی بہت سی قسمیں ہیں۔

اس میں ایک قسم وہ ہے جس میں حق پہلے اپنے ارادہ کو دکھاتا ہے اس کے بعد اپنے فعل کو دکھاتا ہے۔ پھر بندہ اس مقام پر اپنی قوت، ارادہ اور اختیار سے مسلوب ہوجاتا ہے اور وہ صرف تجلیاتِ افعال کا مشاہدہ کرتا ہے۔

دوسرے لوگ وہ ہیں جو حق کے ارادہ کو نہیں دیکھتے بلکہ مخلوقات میں اس کے تصرّف کو دیکھتے ہیں اور اس میں اس کی قدرت اور غلبہ کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

تیسرے وہ ہیں جو مخلوقات سے فعل کے صدور کے وقت اس میں امرِ الٰہی کو دیکھتے ہیں۔ (یعنی جو کچھ ہوتا ہے امرِ الٰہی سے ہوتا ہے۔) تو اس طرح وہ حق کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔

چوتھے وہ ہیں جو مخلوقات کے فعل کے صدور کے بعد اسے دیکھتے ہیں لیکن اس مقام پر دیکھنے والا جب اس کا شہود اس کے غیر میں ہو تو یہ اس کے لیے تسلیم کیا جائے گا۔ (یعنی وہ اس کا شاہد ہے۔) لیکن یہ مشاہدہ اگر صرف اس کے نفس کے اندر ہو تو یہ اس کے لیے تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ سوائے اس کے کہ اگر وہ کتاب وسنّت کے مطابق ہو ورنہ اسے تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ اس کے برعکس جس کے حق کو دکھایا پہلے اپنے ارادے اس کے بعد حق کا تصرّف اس سے فعل کے صدور سے پہلے، تو اس کے مشاہدہ کو تسلیم کیا جائے گا اور ہم اس سے مطالبہ کریں گے کہ کیا وہ ظاہری شریعت کے مطابق ہے تو اگر وہ سچا ہے تو اُسے چھوڑ دیا جائے گا کہ یہ معاملہ اس کے اور خدا کے درمیان ہے۔

اور میرے اس قول کا فائدہ کہ اس کے مشہد کو تسلیم کیا جائے گا اور پہلے مشاہدہ کو تسلیم نہیں کیا جائے گا جو قدرت کے جریان فعل کے صدور کے بعد دیکھتا ہے، یہ ہے کہ ہم ان دونوں میں سے کسی کو تسلیم نہیں کرتے کہ یہ قدرت کا انکار کرتے ہیں۔ امر و نہی کی مخالفت ہیں، لہذا ان پر ظاہر شریعت کا حکم نافذ ہوگا تو ہم اُن پر شرعی حد قائم کریں گے؛ اُن پر شرع کا تقاضا ہوگا اس کے مطابق اور یہ اس لیے ہے کہ خدا کا حکم جو ہم پر لازم کرتا ہے کیوں کہ اس نے جو کچھ کیا وہ خدا کے حکم کے مطابق تھا تو اس کے مظہر میں شہود کا جو اقتضا تھا اس میں خدا کی تجلّی اپنے اقتضا کے مطابق ظاہر ہو تو اس حق کا ادا کرنا اس کے لیے ضروری تھا اور باقی امر کا ادا کرنا جو خدا کا حکم ہم پر ہے وہ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم اس کے گناہ پر شریعت کی حد جاری کریں جسے خدا نے اپنی کتاب میں قائم کیا ہے۔ اور ہمارے اس قول کا فائدہ کہ اس کے مشہد کو تسلیم کیا جائے گا یہ راجع ہے اس کی طرف جو کچھ کہ اس کے مشہد اور اس کے نفس کے مابین واقع ہوا اس کے بیان پر۔

اور ہمارا یہ قول کہ جو قدرت کا جریان نہیں دیکھتا ہے مگر فعل کے صدور کے بعد تو وہ تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ مگر اس کا شہود اس کے غیر میں ہو اور اگر خود اس کی ذات کے اندر ہو تو یہ تسلیم نہیں کیا جائے گا سوا اس کے کہ وہ کتاب اور سنّت کے مطابق ہو۔ کیوں کہ اگر اس نے اپنے نفس ہی کو معیارِ حق قرار دے دیا تو وہ زندیق ہے۔ اور وہ بھی گناہ گار رہے۔ اور اس سے صدورِ فعل کے بعد وہ کہتا ہے کہ یہ سب خُدا کے ارادے اور قدرت اور فعل سے ہوا۔ اس میں ہمارا کوئی اختیار نہیں۔ (یعنی وہ اپنے گناہ کا فاعل خُدا کو قرار دیتا ہے۔)

پانچواں وہ ہے جو خُدا کے فعل کو خدا کے ساتھ دیکھتا ہے اور اپنی ذات کے فعل کو اس کی تبعیت میں دیکھتا ہے تو وہ اپنے نفس کو طاعت میں تو مطیع دیکھتا ہے لیکن معصیت میں گنہگار نہ دیکھتا ہے۔ تو وہ ان دونوں امور میں قوت و ارادے سے خالی ہے۔

چھٹواں وہ ہے جو اپنے نفس کا فعل بالکل نہیں دیکھتا بلکہ صرف خدا کے فعل کو دیکھتا ہے اور اپنی ذات سے کسی فعل کو منسوب نہیں کرتا اور طاعت میں بھی وہ نہیں کہتا کہ میں مطیع ہوں اور اسی طرح معصیت میں بھی وہ یہ نہیں کہتا کہ میں عاصی ہوں اور تمام امور میں مشہد کا جو اقتضا ہے کہ کسی نے اس کے ساتھ کھانا کھایا اور قسم کھاتا ہے کہ اس نے نہیں کھایا اور پیتا ہے پھر بھی قسم کھاتا ہے کہ اس نے پیا نہیں لیکن وہ حق تعالیٰ کے نزدیک سچا ہے اور یہ ایک ایسا نکتہ ہے جسے کوئی سمجھ نہیں سکتا سوائے اس کے جو اس مشہد کا تجربہ رکھتا ہو اور اس میں سے اسے واقعہ پیش ہوا ہو۔

ساتواں وہ جو خدا کے فعل کو نہیں دیکھتا سوائے اس کے غیر میں اور خود میں ذات میں نہیں دیکھتا جس میں کہ وہ خصوصیت رکھتا ہے۔

آٹھواں وہ کہ جو خدا کے فعل کو نہیں دیکھتا مگر خود اپنی ذات میں اور اپنے غیر میں اسے نہیں دیکھتا اور یہ مشہد اس سے قبل والے مشہد سے اعلیٰ ہے۔ (جس کا بیان ساتویں مشہد میں ہوا۔)

نواں وہ ہے کہ جو اپنی ذات میں طاعات میں خدا کے فعل کو دیکھتا ہے لیکن معاصی میں قدرت کا جریان نہیں دیکھتا تو وہ خدا کے ساتھ ایسا ہی ہے جیسے کہ طاعات میں تجلّی افعال کے ساتھ البتہ خدا نے اس کے فعل کو معاصی میں اس سے محجوب کر دیا اپنی رحمت سے کہ گویا معصیت اس سے واقع ہی نہیں ہوی اور یہ اس کے محقق پر دلیل ہے کیوں کہ اگر وہ قوی ہوتا تو وہ خدا کے فعل کو معاصی میں بھی دیکھتا جیسا کہ وہ طاعات میں دیکھتا ہے اور شریعت کے ظاہری احکام اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

دسواں وہ ہے جو کچھ نہیں دیکھتا یعنی فعلِ حق اس پر کوئی تجلّی نہیں کرتی سوائے گناہوں میں ابتلا کے طور پر حق کی طرف سے، تو وہ طاعت میں فعلِ حق کو نہیں دیکھتا اور اس وصف میں دو میں سے ایک طرح کا آدمی ہو سکتا ہے یا تو وہ آدمی جس پر خدا نے طاعات میں محجوب کر دیا ہے۔ کیوں کہ وہ چاہتا ہے کہ وہ مطیع ہو جائے اور طاعت کو دوسری چیزوں پر مقدّم کر لے تو خدا نے ایسا کر دیا کہ وہ طاعت کو نہیں دیکھتا اور اس کے لیے معاصی ظاہر کر دیے گئے تاکہ وہ اس میں حق کو دیکھے اور اسے اس کے ذریعہ سے طاعت میں کمال حاصل ہو اور اس کی علامت یہ ہے کہ وہ طاعت کی طرف لوٹ آئے۔ اور معصیت میں دوامی طور پر مبتلا نہ رہے۔ اور یا تو وہ آدمی ہے کہ معاصی پر وہ قائم رہے تو حق اس سے حجاب میں ہو گیا اور وہ معاصی پر قائم رہا۔ اس حالت سے خدا کی پناہ۔

گیارہواں وہ ہے جو دونوں میں کچھ دیکھتا ہے (اپنی ذات میں اور ذاتِ حق میں بھی۔) کبھی اِدھر کبھی اُدھر ~

جب نجد میں پہنچا تو وہاں اس کا اسیر اور جب غوران میں پہنچا تو وہاں کا ہو گیا۔

بارھواں وہ ہے جو شہود میں فعلِ حق کے لیے پرسکون نہیں رہتا۔ اس چیز کے بارے میں جو اس پر معصیت کے ساتھ جاری ہو لیس وہ روتا ہے، تضرع کرتا ہے اور رنجیدہ ہوتا ہے اور خدا سے استغفار کرتا ہے اور اس سے معصیت کے صادر ہونے سے محفوظ رہنے کی دعا کرتا ہے تو یہ اس کی سچائی پر دلیل ہے۔ اور اس کے مشہد کے تحقّق پر اور وہ اسے دیکھتا ہے کہ وہ معصیت خود اس کی نفسانی شہوت کی وجہ سے ہوی ہے جو اس پر جاری ہوی ہے۔

تیرھواں وہ ہے جو تضرع نہیں کرتا اور غمگین نہیں ہوتا اور معصیت سے حفاظت کی دعا نہیں کرتا اور قدرت کے تحت ہونے سے پُر سکون رہتا ہے اور اسی پر متصرف رہتا ہے۔ جیسا کہ اس پر توجہ کی گئی ہے اور اس میں وہ کوئی اضطراب نہیں پاتا اور یہ اس کے قوتِ کشف پر دلیل ہے۔ اس مشہد میں اور یہ اس سے پہلے والے کی حالت سے بہتر ہے۔ کیوں کہ یہ نفس کے وسوسوں، غفلت اور پراگندگی سے محفوظ ہے۔

چودھواں وہ ہے جس کی معصیت کو خدا طاعت سے بدل دیتا ہے اور معصیت وطاعت میں قدرت کے جریان کو دیکھتا ہے لیکن لوگ اس کے اندر معصیت ہی کو دیکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ اپنے اور اس کے درمیان اس کو مطیع لکھتا ہے تو خدا کے نزدیک اس پر معصیت کا اسم نہیں جاری ہوتا۔

پندرھواں وہ ہے کہ معصیت خدا کے ارادے کی موافقت میں طاعت ہو جاتی ہے۔ اگرچہ اسے حکم دیا گیا اس کے ارادہ کے خلاف تو اس مشہد میں بندہ گناہگار ہوگا امر اور مخالفت کی جہت سے اور مطیع ہوگا۔ ارادہ اور موافقت کی جہت سے ہے۔ ••

(جاری)

باسمہٖ تعالیٰ شانہٗ

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔

جواہر الحقائق

تصنیفِ لطیف

ماہرِ علومِ دین وطریقت، واقفِ رموزِ معرفت وحقیقت، سلطان المشائخین
مرشدالانام منبع الکشف والالہام، حافظِ قرآن، مجددِ جنوب حضرت علامہ
شاہ محی الدین سید شاہ عبداللطیف تقوی قادری المعروف بہ قطبِ ویلور
قدس سرہٗ
المتوفی ۱۲۸۹ھ

نوادر الدقائق ترجمہ جواہر الحقائق

ترجمہ وتشریح

ڈاکٹر حکیم مولوی سید افسر پاشاہ قاسمی صبغۃ اللّٰہی شفا ڈسپنسری گڑیاتم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سبحٰنک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

حمد تیری اے خدائے لم یزل — ہے یہ اپنی زندگی کا ماحصل
نام تیرا میرے دل کی ہے دوا — ذکر تیرا روح کی میرے شفاء

◆

جب زباں پر محمدؐ کا نام آگیا — دوستو! زندگی کا پیام آگیا
آپؐ کی مدح انساں کیا کر سکے — عرش سے جب درود و سلام آگیا

◆

ہر قسم کی تعریف ثابت ہے اس پاک پالن ہار کے لیے جو ساری کائنات کا خالق و پروردگار ہے اور ہزاروں بار درود و سلام اس دربار گہر بار، خلاصۂ کائنات، فخرِ موجودات محسنِ اعظم فخرِ آدم، سرورِ عالم نورِ مجسم صلے اللہ علیہ وسلم پر جن کے طفیل و بدولت اسلام کا بول بالا ہوا اور کفر و شرک ضلالت و فسق کا منہ کالا ہوا۔

الحمدللہ! کتاب "جواہر الحقائق" کے اس زیرِ نظر ترجمہ کی یہ ساتویں قسط ہے جو اس کے چاروں فائدوں کے مکمل ترجمہ کے بعد فائدہ نمبر (۵) پانچ کے بعض ابتدائی حصے کے ترجمہ پر منحصر ہے۔ اور اس کے بقیہ حصہ کا ترجمہ ہم ان شاء اللہ اگلی قسط میں پیش کریں گے۔ دعا فرمائیں کہ یہ باحسنِ وجوہ پایۂ تکمیل کو پہنچے۔

زیرِ نظر کتاب "نوادر الدقائق" ترجمۂ "جواہر الحقائق" کی یہ ساتویں قسط درجِ ذیل عناوین پر مشتمل ہے

حکیم سید افسر باشاہ قاسمی صبغۃ اللّٰہی

۱	تقسیم تعین غیر ذاتی
۲	مظاہرِ داخلی
۳	وحدتِ حق
۴	فرقِ لاتعین اور تعینِ اول
۵	ذاتِ مطلق
۶	تشریحِ مترجم
۷	قوسِ عروجی۔ قوسِ نزولی
۸	حقیقتِ محمدیؐ
۹	نسبت تمیز بالجملہ اور قابلیتِ محضہ
۱۰	علمِ مطلق۔ علمِ مقید
۱۱	تمثیلاتِ وحدت۔ احدیت اور واحدیت
۱۲	حقائق الٰہیہ۔ حقائق کونیہ۔

نوادر الدقائق ترجمہ جواھر الحقائق۔ قسط نمبر ۷

(پچھلی چھٹویں قسط میں یہ کہا گیا تھا کہ اللہ کی صفات میں غور و خوض کیا جا سکتا ہے۔ مگر ذات میں نہیں۔ اب آگے فرماتے ہیں کہ:)

تقسیم تعیّن غیر ذاتی

جو کچھ سمجھ میں آئے اور (سمجھ کے) دائرہ کے اندر ہو وہ تعین غیر ذاتی ہے۔ اور اس کا باطن نہ ہونے کی وجہ سے اُسے "ظاہر وجود" بھی کہتے ہیں۔ پھر تعیّن غیر ذاتی کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ ایک مظاہرِ داخلی۔ (۲۔ دوسری مظاہرِ خارجی۔)

مظاہرِ داخلی

مظاہرِ داخلی، یہ حق تعالےٰ شانہٗ اور ان کی معلومات کو کہتے ہیں اور جب داخلی مظاہر میں ذاتی علم ذات کے ذریعہ سے یا پھر ذات کے اعتبارات سے بھی اگرچہ اجمالاً (مختصراً ہی) حاصل ہو تو وہ احدیّت الجمع۔ تعیّن اوّل اور دائرۃ الوحدت کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔

وحدتِ حق

یہ وحدتِ حق عددی وحدت نہیں ہے۔ اگرچہ کہ یہ عددی وحدت کثرت کے مقابل ہوتے ہوئے بھی اس کے منافی ہی ہے اور وحدتِ حق کثرت کے ساتھ منافی نہیں ہے۔ بلکہ اس کی نسبت وحدت اور کثرت کے ساتھ برابر رہتی ہے۔ (حضرت) ملا عبدالغفور (صاحب) نے اپنی کتاب "حاشیۃ النفخات" میں ایسا ہی لکھا ہے۔

فرق لاتعیّن وتعیّن اوّل

غرض لاتعیّن (جس کا یقین ہی نہ ہو اور کُنہ وادراک سے بالاتر ہو۔) اس کے اور تعیّن اول کے درمیان فرق یہ ہے کہ لاتعیّن (مطلق) ذات کو کہتے ہیں اور تعیّن اول یہ علمِ ذات ہے اور ذات یہ ہے جس کی طرف صفات مستند ہوں یعنی صفتیں دلیل پکڑتی ہوں اور وہ (لاتعیّن) مُظہر ہے اور یہ (تعیّن اول) مَظہر ہے۔ گوکہ ظہورِ ذات، علمِ ذات کے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو۔

ذات مطلق

(غرض اس پہلی قسم ذاتِ مُطلق کو) تقدم ذاتی کہتے ہیں اور اس (دوسری قسم تعیّن اول کو) تأخر سے یاد کیا جاتا ہے اور وہ خود سے قائم ہے۔ اور یہ ذات کے ساتھ قائم ہے اور وہ مجہول مطلق ہے اور یہ معلوم مطلق۔ وہ اجمالِ وتفصیل سے عاری وپاک ہے اور یہ مجمل (ومختصر ہے۔) وآنیت کا مقام رکھتی ہے اور یہ أنیت سے خالی اور تہی دامن ہے۔ یعنے ذات ہر نام وصفت میں انا کہتی ہے لیکن علم اور تمام صفات میں غور کرو تو وہاں یہ بات نہیں ہوتی۔ اجی وہاں تو علم أنیت بغیر اعتبار کے بالقوہ موجود ہوتا ہے اور یہاں ایسی بات نہیں ہے بلکہ (علم أنیت) بالفعل موجود ہوتا ہے۔

ذات واحد اس دائرۂ وحدت میں اس کے نفس کے لیے مدرک (پہچاننے والی) ہوتی ہے۔ پھر اس دائرۂ وحدت کے درمیان وبیچ سے اجمالی دور میں وہ کمان کی شکل وصورت میں نمودار ہوتی ہے۔ اور اس دائرہ کو احدیت اور واحدیت والی دو کمانوں کی طرح ظاہر کرتی اور دہراتی ہے۔

تشریحِ مترجم

واضح ہو کہ یہاں قوس وکمان سے مراد سورۂ نجم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ جس میں فکان قاب قوسین او ادنیٰ کہا گیا ہے کہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اس قدر قریب ہو گئے گویا ہاتھ اور اس سے بھی قریب کا فاصلہ تھا

قوسین کی تفسیر میں بعض صوفی حضرات مفسرین نے یہ اشارہ دیا ہے کہ اس سے مُراد انسان کی پیشانی کے دونوں ابرو ہیں۔ یعنے بھوں۔ پلکوں کے اوپر والے وہ بال جو کمان کی صورت میں ہر انسان

کی پیشانی پر نمودار ہیں ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ان دونوں بھوؤں کے درمیان کا جو فاصلہ ہے وہ یقیناً ایک انچ یا آدھے انچ سے بھی کم ہی کا فاصلہ ہے اور یہ زبان تمثیلات میں کہا گیا ہے ورنہ حقیقت تو اس سے مختلف ہے جو یقیناً اس سے بھی زیادہ قریب و نزدیک ہی ہے ۔

جس طرح جنّت کے انگور، انار وغیرہ کو دنیا کے پھلوں اور میوؤں پر قیاس نہیں کر سکتے اسی طرح یہ فاصلۂ قوسین و کمانین کو بھی قیاس نہ کیا جائے کہ یہ محض تمثیلات مثالی اور اشتراک اسمی ہے اور بس!

غرض قرآن میں قربت و نزدیکی پر کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ جبرئیل امین علیہ التحیۃ والتسلیم اپنے اصلی مستقر سے تعلق رکھنے کے باوجود نیچے اُترے اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے اس قدر نزدیک و قریب ہو گئے کہ دونوں کے درمیان دو ہاتھ یا دو کمانوں سے زیادہ فاصلہ نہ تھا ۔ اس وقت اللہ تعالےٰ نے اپنے خاص بندے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھیجی ۔

یہاں فکان قاب قوسین او ادنیٰ میں بعض حضرات محققین کے نزدیک "اَوْ" شک کے لیے نہیں بلکہ اس قسم کے ترکیب پوری تاکید اور مبالغہ کے ساتھ زیادہ کی نفی کے لیے ہوتی ہے ۔ یعنے تعیین کر کے یہ بتلانا مقصود نہیں کہ قوسین کا فاصلہ تھا یا اس سے بھی کم ۔ ہاں اتنا ضرور ظاہر کر دینا ہے کہ کسی بھی حال اور کسی طرح سے اس سے زیادہ نہ تھا ۔ تشریح مترجم ختم ۔

قوسِ عروجی، قوسِ نزولی

احدیت کی قوس (کمان) یہ اکیلی اور تنہا ذات کے علم کا اعتبار ہے جو بے بھروسوں کے ہوتا ہے اور اُسے فوقانی[1] قوس اور عروجی[2] بھی کہتے ہیں اور واحدیت کی قوس (کمان) یہ علم ذات کا اعتبار ہے جو بھروسوں کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کو تحتانی قوس اور نزولی سے بھی یاد کیا جاتا ہے ۔

حقیقتِ محمدیؐ

پھر اس قاب کو اعتباری اثنینیت[2] (دوئی، دگنی) کی وجہ سے قابُ قوسین برزخ[1] اول اور برزخ[3] کبریٰ بھی کہتے ہیں ۔ اور مذکورہ اثنینیت (دوئی) کی نفی کے اعتبار سے اَوْ ادنیٰ اور حقیقتِ محمدیؐ بھی کہتے ہیں ۔

کتاب "نقد النصوص" میں لکھا ہے کہ بعض حضرات نے اس کو حقیقتِ محمدیؐ کی کُنیت سے یاد کیا ہے ۔ کیوں کہ یہ مقام معراج محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کی انتہا بھی ہے اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی وراثت بھی ہے ۔ صلوات اللہ علیہ وعلی ورثتہ اجمعین (اللہ کا درود آپؐ صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی ہو اور آپؐ کے تمام وارثین پر بھی)

نسبت تمیز بالجملہ اور قابلیت محضہ

اس (عروجی) سیر اور عرصہ میں غیر ذات (ماسوا اللہ) کی (قطعی) گنجائش نہیں ہے۔ مطلقاً بھی علمی اعتبار سے بھی اور عینی اعتبار سے بھی۔

ذات (مطلق) کے تمام کمالات و صفات اور اسماء کا حصول و یافت بھی (درحقیقت) ذات کو بحیثیتِ ذات کے ضمناً اور کفالتہً ہی ہوتا ہے۔ مگر استقلال کے ساتھ نہیں ہو پاتا۔ کیوں کہ مذکورہ بالا دونوں اعتباروں کے درمیان تمیز و تغیر کی نسبت بالجملہ ہے۔ بلکہ (اگر غور کیا جائے تو) اعتبارات کے مابین تمایز و تغایر (تمیز کرنا اور فرق کرنا۔ تبدیلی کے پائے جانے) کی کوئی تفصیلی راہ نہیں ہوتی۔ چناں چہ نِصفیت و ثُلثیت و رُبعیت و خُمسیت کا (آدھا، تہائی، چوتھائی اور پانچواں) حصہ اعتبارات ایک واحد عدد میں موجب تغایر نہیں ہے۔ گو کہ کثرت کے احکام سے غیریت تو ہے۔ لیکن یہاں کثرت سرے سے ہی نہیں بلکہ (اس کے برخلاف) ایک ایسی وحدت اور قابلیت محضہ ہے جو کثرتِ علمی اور عینی کو ظاہر کرتا ہے۔

چناں اس احدیت الجمع کے مرتبہ میں ان مذکورہ دونوں کثرت کے درجے (اور مراتب) اس کے کُلیات، جزئیات، احکامات و مقتضیات کے ساتھ موجود ہیں۔ اور ذات کے ساتھ شہودذات اور اجمال میں تفصیل کا دیکھنا یہ دوسرے سے تمیز کرنے پر ہوتا ہے۔

علم مطلق۔ علم مقید

اب وحدت[1] اور احدیت[2] دو احدیت کے درمیان جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ وحدت[1] علم مطلق کو کہتے ہیں۔

احدیت اور واحدیت یہ علم مقید کو کہتے ہیں۔ اور وحدت ہی (اصل میں) منشاء (اور سبب ہے۔) اور یہ دونوں (احدیت اور واحدیت) اسی (وحدت) سے ناشی ہیں۔ (یعنی اسی سے ظاہر ہونے اور پیدا ہوتے ہیں۔) اگرچہ مطلق منشاء (ارادہ) اور سبب) مقید ہی ہو۔ اور مقید مطلق کے بغیر (اپنی) صورت و شکل نہیں رکھتا۔

تمثیلات وحدت، احدیت اور واحدیت

کتاب "ارادۃ الدقائق" میں مصنف رح فرماتے ہیں کہ:

وحدت سے احدیت اور واحدیت کا ظاہر ہونا ایسا ہے جیسے جڑوں سے شاخوں کا وجود عمل میں آتا ہے۔ اور وحدت کی مثال گویا پانی ہی پانی ہے اور احدیت کی مثال ایک ایسا پانی ہے جو پورا پاک وصاف ہو اور اب واحدیت کو یوں سمجھو کہ یہ وہ پانی ہے جو بُلبُلوں (بلبلے) موجوں اور لہروں سے بھرا

پھر احدیت (کیا ہوتی ہے؟) یہ ان ہونی اعتبارات کی قید میں مقید ہے اور واحدیت یہ ہے (یہ کہ ہونے والے) قابلیات کے اعتبارات کے قید میں مقید ہے اور (احدیت) ذاتِ معلومہ کو کہتے ہیں اور یہ واحدیت اعتباری حیثیت سے ذات کے پہچاننے کو کہتے ہیں اور وہ (ذات) مطلقاً فرق و تمیز کرنے کی مانع ہے۔ یعنے تمیز کرنے کو روکتی ہے مجملاً اور تفصیلاً نہیں اور یہ فرق و تمیز کرنے میں اجمالی طور پر مفید ہے۔ وہاں تو اعتبارات، اعتبارِ مخفی اور باطن کے بغیر ہی ہوتے ہیں۔ اور یہاں پیدا اور ظاہر ہونے کے اعتبار سے ہوتے ہیں۔

حقائقِ الٰہیہ حقائقِ کونیہ حقائقِ الٰہی کے اعتبارات، اعتبارِ مخفی اور حقائقِ کونی کے اعتبارات عارضی اور پھر ان اعتباراتِ حقائقِ کونی کو شیونات ذاتی، حروف علوی اور حروف اصلی بھی کہتے ہیں۔

(جاری)

داستانِ عشق

حکیم افسر پاشاہ افسرؔ۔ گڑیاتم

آقا کی اپنے دل میں محبت اگر نہیں
بولیں ہزار مرتبہ پھر بھی اثر نہیں

محفل بجھی بجھی سی ہے ساقی مگر نہیں
لگنے دل میں آگ ہو ایسی شرر نہیں

یہ راز ہے کسی کو بھی ہرگز خبر نہیں
دل رو رہا ہے مرا مگر آنکھ تر نہیں

شہ رگ سے بھی قریب ہے آتا نظر نہیں
دوری بہت ہے چشمِ بصیرت اگر نہیں

ان پر نگاہیں تیری یہ اٹھتی ہیں آج کیوں؟
واللہ جن کے ہاتھ میں نفع و ضرر نہیں

ہر ذرہ کائنات کا دیتا ہے اب پتہ
ہر سمت تیرا جلوہ ہے اب تو کدھر نہیں؟

پتھر سا دل بھی پگھلے جگر پارہ پارہ ہو
ایسی کوئی نگاہ ہو ایسی نظر نہیں

جب ہم مریضِ عشق ہیں کیسے شفا کی آس
تدبیر بس میں تیرے ارے چارہ گر نہیں

عشقِ محمدؐی میں یوں دیوانہ ہو گیا
افسرؔ جو باخبر بھی ہے پھر بھی خبر نہیں!

مرسلہ: شیخ محبوب پاشاہ، ملیاگل۔

نورانی کرنیں

حضرت مولانا ابوالحسن صدر الدین
سید شاہ محمد طاہر قادری علیہ الرحمہ
سابق ناظم دار العلوم لطیفیہ حضرت مکان
ویلور

حمد و ثنا اللہ جل شانہٗ کے لیے ہے اور درود و سلام ہو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ آپ ﷺ نے علمِ نورانی، علمِ حدیث و تفسیر کا علم رائج فرمایا۔

یہی وہ علم ہے جس سے انسان کو بصارت و بصیرت اور روح کو غذا و تقویت حاصل ہوتی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ علم ہی روح کی غذا ہے۔ ایک مریض جب اپنے مرض کا علاج کراتا ہے تو اسے صحت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف اگر وہ اپنی غفلت اور بے بسی سے مرض کو یوں ہی چھوڑ دے تو مرض بڑھتے ہوئے پختہ ہونے لگتا ہے اور اس میں اس کی موت واقع ہوجاتی ہے۔ یہی حال روح کا ہوتا ہے۔ علم ہی سے روح کو تازگی اور زندگی حاصل ہوتی ہے۔

> یہ مضمون اللطیف سنہ 1971ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا جس میں فاضل بزرگ مضمون نگار نے علمِ حقیقی و نورانی پر روشنی ڈالی ہے مضمون کی افادیت کے پیشِ نظر قارئینِ کرام کی نذر ہے۔
> ادارہ

حقیقی علم نور ہے جو خدا کی طرف سے القاء کیا جاتا ہے۔ زبان سے کلمات اور الفاظ کا ادا کردینا تو صرف رسمی اور ظاہری علم ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم دو قسم پر ہے۔ ایک علم تو محض لسانی غیر نافع اور بے مقصود ہے۔ جس سے آپ ﷺ نے بارگاہِ الٰہی میں پناہ مانگی ہے۔ دوسرا علم قلبی نافع سود مند اور فائدہ بخش ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے فرمایا کہ اس امت کے لیے سب سے زیادہ باعثِ فتنہ وہ شخص ہوگا جو زبان کا عالم ہو لیکن دل اور عمل کا جاہل ہو اسی کو آپ رضی اللہ عنہ نے منافق لئیم کہا ہے۔

حضرت محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری المشہور بہ حضرت قطب ویلور رحمۃ اللہ علیہ جن کا وصال ایک سو سال آگے مدینہ منورہ میں ہوا اور یہ شمع دار العلوم لطیفیہ جو تین سو سال آگے روشن ہوی اور اس شمع کی روشن شعاعیں اور منور کرنیں دور دراز مقامات تک پھیلانے میں آپ مصروفِ عمل رہے اور شرک و بدعت کا سختی سے قلع قمع کیا۔ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں گم راہ

انسانوں کو ضلالت کے بھنور سے نکالا۔ اتنا ہی نہیں کئی ایک زبردست وعظیم تصانیف آپ کے نوکِ قلم سے وجود میں آئیں جن سے ایک عالم فیض یاب ہو رہا ہے۔ لاکھوں انسان آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور اپنی آخرت سنوارے۔ دنیا آپ کی ان خدمات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی اور آپ کے یہ کارنامے ہمیشہ زندۂ جاوید رہیں گے۔ آپ حضرت قطب ویلور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"علم علماء کی میراث ہے اس میراث میں عوام الناس کی خلل اندازی یا دخل اندازی ہرگز برداشت نہیں کی جاسکتی۔ اگر کوئی شخص خلل اندازی کرے تو یہ اس گناہ سے بڑھ کر ہے کہ کوئی شخص چوری کرے یا جھوٹ بولے یا بُرا فعل کرے۔ اس سے بڑھ کر علماء کی اس میراث علم حدیث و تفسیر میں دخل در معقولات ہو تو کفر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء کی ذمہ داری نہایت نازک اور اہم ہوتی ہے اور ان کا مرتبہ بلند و بالا اور ان کی شان نرالی ہوتی ہے۔"

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ رحمۃ اللہ علیہ علمی ظاہری و باطنی کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ: دین اسلام کی دو حیثیتیں ہیں جن سے فرد یا جماعت کی تشکیل ہوتی ہے۔ اور مصلحتِ عامہ کی نگہداشت اور اس کی دیکھ بھال اس کا مقصود ہے اور اسلام کی باطنی حیثیت انسان کی اوامر و نواہی کی بجا آوری سے جو اس کے دل میں کیفیاتِ معنوی پیدا ہوتی ہے وہ اس کا مقصد اور نصب العین ہے۔ وہ بزرگ جن کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے شریعت کی حفاظت کی استعداد ملی ہے وہ ظاہری حیثیت کے محافظ بنے۔ یہ فقہا، محدثین، نمازیوں اور قاریوں کی جماعت ہے جو مختلف طریقوں سے لوگوں کو علوم دین کی تحصیل کی جانب ترغیب دلاتے رہے۔ اور دین کے محافظین کو اللہ تعالیٰ نے دین کے باطن کی حفاظت کی استعداد عطا فرمائی اور یہ بزرگ عامۃ الناس کو طاعت و نیکوکاری کے جن کاموں سے نفس پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور دلوں کو ان سے لذت ملتی ہے۔ ان کاموں کی جانب دعوت دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے یہ منتخب شدہ بندے ہیں جن پر خدا کا خاص فضل ہوتا ہے اور یہ اُسی کی دین اور عطا ہے۔

گزشتہ زمانہ میں ہر کس و ناکس کو علمِ دین کی تحصیل کی اجازت نہ تھی اساتذۂ روزگار اپنی فہم و فراست سے صالح اور اہل طلبا کا انتخاب کرتے دل کھول کر پڑھاتے اور کہیں سے کہیں آگے بڑھا دیتے تھے اس کے برخلاف کوئی نا اہل شخص آجاتا تو اس کو بہت ہی عمدگی کے ساتھ واپس بھیج دیتے تھے۔

موجودہ دور میں دینی تعلیم کے ادارے کثرت سے پائے جاتے ہیں اور اپنی خدماتِ صالحہ انجام

دیتے آرہے ہیں۔ لیکن ان اداروں میں داخلہ سب کے لیے یکساں ہے اور تعلیم برابر دی جا رہی ہے۔

عربی میں ایک مقولہ ہے کہ موسم گرما میں اکالی بارش سب جگہ یکساں ہوتی ہے۔ پہاڑوں اور ریگستانوں پر، جنگلات اور لہلہاتے ہوئے سبزہ زاروں پر پڑتی ہے لیکن اس بارش کا ایک قطرہ جب سانپ کے منہ میں گرتا ہے تو زہر اور سمندر میں سیپی کے منہ میں گرتا ہے تو موتی بنتا ہے۔ یہی حال علم دین کا ہے۔ کسی شریف زادے کو علم دین سکھایا جاتا ہے تو اس کی شرافت میں اضافہ ہوتا ہے اس سے فیض جاری وساری ہوجاتا ہے اور ایک عالم کو فائدہ پہنچتا ہے۔ کسی نااہل کو یہ علم سکھایا جاتا ہے تو اس علم سے ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے۔ علم میں مداخلت، دین میں خلل اندازی اور خلقت میں فتنہ انگیزی و فتنہ پردازی ہوتی ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی آگاہ فرمادیا کہ نااہل کو علم دین سکھانا گویا خنزیر کے گلے میں سونے کا ہار پہنانا ہے۔ ظاہر ہے کہ سونے کا ہار پہنانے سے خنزیر کے درجہ میں کوئی فرق نہیں آسکتا بلکہ سونے کے ہار کی بے حرمتی اور بے قدری ہوتی ہے۔ یہی حال ایک نااہل کو علم دین سکھانے کا ہوتا ہے۔

نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ حدیث پڑھو اور حدیث پڑھاؤ۔ علمائے دین جو انبیاء کی وراثت اور علماء کی میراث کے اہل ہیں ان کا فریضہ ہے کہ حدیث پڑھائیں یہ جذبہ ایثار وقربانی اشاعت علم دین کی خاطر شریف زادوں کو زیور علم سے مزین کرے۔ اور ان کے گھروں سے جہالت کی تاریکی مٹاتے ہوئے گھر گھر علم کی روشنی سے منور کردیں۔ علاوہ ازیں ان میں وہ تمام تر صلاحیتیں اجاگر کرتے ہوئے پیکر اخلاص اور حق گوئی وصداقت میں بے باک اور علم وعمل کے علم بردار بننے رہنے کا جذبہ صادق پیدا کریں۔ یہی شان علماء کی ہے اور یہی کام علمائے دین کا ہے۔

علمائے دین ایسے ہی اخلاق حمیدہ اور اوصاف جمیلہ سے متصف ہوتے ہیں۔ علم وعمل، تقویٰ و پرہیزگاری، عاجزی وانکساری، حسن واخلاق اور پاکیزہ صفات ہی علماء کی عظمت کے اہم اور اصلی جوہر ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ••

علماء اور حکمرانِ وقت

سیّد عثمان قادری: ناظم دارالعلوم لطیفیہ، حضرت مکان۔ ویلور

اخلاقِ محمدی ایک قدیم فارسی تصنیف ہے۔ جس میں لکھا گیا ہے: "مقاتل بن صالح نے حماد سے فرمایا کہ جب کبھی میں آپ کو دیکھتا ہوں تو اپنے اندر ایک ہیبت محسوس کرتا ہوں"۔ حماد نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ عالِم کہ جس کا مقصود حق تعالیٰ کا علم ہو سارے لوگ اس سے ڈرتے ہیں اور جس کا مقصود دنیا ہے وہ سارے لوگوں سے ڈرتا ہے۔ ہر دور میں ایسے حکمراں گزرے ہیں جنھوں نے علماء کی قدردانی کی ہے اور ہر دور میں ایسے بھی علماء گزرے ہیں جنھوں نے بادشاہوں کے فرمان کی تعمیل کی ہے۔ قدیم زمانہ کے ایک ایسے ہی واقعہ پر روشنی ڈالتے ہوئے دورِ جدید کا مناظرہ اس مضمون کا مقصود ہے۔

تصنیفِ "اخلاقِ محمدی" کے باب "علماء باعمل" میں یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ سلطان ملک شاہ کے زمانہ میں ان کی رعایا بہت ہی فرماں بردار تھی اور اُن کے فرمان کے پابند تھے۔ انتیس ۲۹ رمضان کی بات ہے کہ نیشاپور جو اُن کا مرکز تھا، لوگ سورج کے ڈوبنے اور چاند کے دیدار کے انتظار میں تھے اور سب کی نظریں آسمان کو لگی ہوئی تھیں۔ عید منانے کی جلدی میں ہر ایک کا ٹکڑا ان کو ایک ہلال نظر آنے لگا۔

حاصلِ کلام! بادشاہ کے مقربین نے عید منانے کی خوشی میں یہ عرض کیا کہ چاند نظر آگیا ہے اور بادشاہ سلامت سے یہ فرمان جاری کروالیا کہ آنے والا دن عید کا ہے۔ بادشاہ سلامت نے ان مقربین کے کہنے سے اعلان کروادیا کہ آنے والا دن عید کا ہے۔ اُس زمانہ میں ایک مخصوص مسند فتویٰ اور اجتہاد کی مقرر تھی۔ ابوالمعالی عبدالمالک اس پر فائز تھے۔ آپ نے سنا کہ بادشاہ سلامت نے کل عید ہونے کا اعلان کروادیا ہے۔ تو آپ نے بھی ایک اعلان فرمایا کہ ابوالمعالی یہ کہتا ہے کہ کل رمضان ہے اور ہر وہ شخص جو ابوالمعالی کے فتویٰ پر عمل کرتا ہے، چاہیے کہ وہ کل روزہ رکھے۔

جب بادشاہ کے مقربین نے سنا تو وہ بادشاہ کے پاس جا کر بڑھا چڑھا کر، یہاں تک کہہ دیا کہ

ابو المعالی مخالفت پر اتر گئے ہیں۔ بادشاہ سلامت چونکہ علم دوست تھے اور علماء کی قدر دانی کرنے والے تھے، اس لیے ابو المعالی کو عزت کے ساتھ دربار میں حاضر کرنے کے لیے عملہ کو حکم دیا۔ جس وقت امام الحرمین کو بلایا گیا آپ فوری اسی لباس میں کہ جو آپ زیب تن کئے ہوئے تھے، حاضر ہوئے۔ مقربوں نے اس بات کو بھی بادشاہ سلامت سے ایک شکایت کی شکل میں روبرو حاضر ہونے کے لیے لباس کا بھی خیال نہ رکھا بہت ہی بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔ جس سے بادشاہ کو غصہ آگیا لیکن بادشاہ نے کچھ نہ کہا۔ اور امام کو کہلا بھیجا کہ اس نے شاہی آداب کا لحاظ کیوں نہیں رکھا؟ آپ نے آواز بلند فرمائی اور فرمایا کہ: اے بادشاہ تجھ کو چاہیے کہ اپنے سوال کا جواب خود سنے۔ دوسروں کے ذریعہ طلب نہ کرے۔ جب سلطان کے پاس امام پہنچے آپ نے فرمایا:

" میں اسی لباس میں نماز پڑھتا ہوں اور بہتر جانا کہ جس لباس سے اللہ کے پاس حاضری دوں اسی لباس سے بادشاہ کی خدمت میں حاضری دوں۔ لیکن عادت ایسی ہے کہ ایسے لباس سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوتے۔ چاہا کہ لباس تبدیل کروں لیکن اس وقت تک تاخیر ہو جائے گی اور فرشتے میرا نام باغیوں کے دفتر میں درج کر دیں گے۔ اس لیے آپ کے حکم کی اطاعت میں فوری حاضر ہوا۔"

بادشاہ نے فرمایا کہ جب آپ میرے حکم کی اتنی اطاعت کرتے ہیں تو میرے اعلان کے خلاف آپ نے روزہ رکھنے کا اعلان کیوں کیا؟

امام ابو المعالی نے فرمایا: کہ جہاں تک حکم کا تعلق ہے ہمیں چاہیے کہ ہم بادشاہ سلامت کی اتباع کریں اور جہاں تک فتویٰ کی بات ہے بادشاہ کو چاہیے کہ وہ امام کی اطاعت کرے روزہ رکھنا یا عید کرنا یہ بات فتویٰ سے تعلق رکھتی ہے نہ کہ حکم رانی سے۔ اس لیے بادشاہ کو چاہیے کہ اس سلسلہ میں وہ ہماری اطاعت اور فرماں برداری کرے۔

یہ بات سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا، اس کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور وہ بہت ہی انعام واکرام کے ساتھ امام کو روانہ کیا۔

زمانہ دراز گزرنے کے بعد بھی آج کے اس گئے گزرے دور میں بھی جب کہ حکومت غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہے، جہاں تک فتویٰ کا معاملہ ہے حکومتِ وقت اب بھی اماموں، مفتیوں، قاضیوں اور دیگر علماء سے رابطہ پیدا کر کے ہی فیصلہ کرتی ہے کہ کب عید ہے اور کب بقر عید ہے۔

اس سے علماء کا بلند مقام ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حکومت وقت بھی ان کی قدر دان ہے۔ علماءِ وقت کو بھی چاہیے کہ وہ اپنا یہ مقام ہمیشہ اس طرح باقی رکھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے وارث

(بقیہ صـ ۱۱۱ پر ملاحظہ ہو۔)

آدابِ رسالت

مولانا ابوالحسن محمد رمضان القادری کلیان پوری، استاذ دارالعلوم لطیفیہ حضرت مکان۔ ویلور

ادب گاہ ست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید این جا

عقیدۂ توحید بڑی زبردست قوت ہے اس کا پرستار کبھی بھی ذلیل و خوار نہیں ہو سکتا ہے لیکن عقیدۂ توحید وہ نہیں جیسے ابلیسِ لعین نے پیش کیا تھا جو کہ اظہر من الشمس ہے۔ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام سے منہ پھیر کر اللہ کی جانب متوجہ ہوا تھا اللہ نے اس کی اس نازیبا حرکت کو دیکھ کر اپنے دربارِ عالی شان سے باہر کر دیا۔ ہمیں اُس عقیدۂ توحید کی ضرورت ہے جیسے قرآنِ حکیم نے پیش فرمایا ہے کہ انبیاء اور اولیاء کی عظمتیں و محبتیں اور اُن کے آداب لیے ہوئے اللہ کی جانب متوجہ ہو جائیں۔

ڈاکٹر اقبال نے کسی موقع پہ بڑی اچھی بات کہی تھی کہ ہماری بدنصیبی و بدبختی یہ ہے کہ ہمارے جوان اسلاف سے بے تعلق ہو گئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء و اولیاء کی محبتیں قلبِ مسلم کے لیے ایک قسم کے لنگر ہیں۔ یہ لنگر ٹوٹ جائیں تو انسان کہیں کا نہیں رہتا۔ ابلیس نے اس لنگر کو توڑا اور صرف اللہ ہی سے رشتہ جوڑا، آدم سے منہ موڑا۔ اس کا انجام جو کچھ ہونا تھا وہ ہوا۔ قوتِ قلب و نظر کے لیے اللہ کے ساتھ ساتھ اللہ کے محبوب بندوں سے بھی دل شاد و آباد ہونا چاہیے۔ اسی میں ہماری فلاح و بہبود ہے زیرِ نظر مقالہ میں سیدِ کونین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے دربارِ اقدس کے آداب و احترام کا تذکرہ سرسری طور سے حصولِ برکت کے لیے سپردِ قلم کیا جا رہا ہے۔

قرآن شریف میں ہے: اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ بے شک ہم نے آپ کو شاہد اور مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا تاکہ (اے لوگو) تم ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور اس رسول کی تعظیم و

توقیر بجا لاؤ اور صبح وشام اللہ کی تسبیح و تقدیس کرو۔

مذکورہ آیت کریمہ میں دین اسلام بھیجنے کا مقصود و مطلوب واضح کرکے تین باتوں کا خصوصیت کے ساتھ حکم دیا جارہا ہے۔ اول یہ کہ لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائیں دوم یہ کہ لوگ اس رسولؐ کی تعظیم و توقیر بجالائیں سوم یہ کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں رہیں۔ سیدِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام اور تعظیم و توقیر بجالانا اس آیت میں کوئی سطحی یا ضمنی چیز نہیں ہے۔ بلکہ جس طرح ایمان باللہ والرسول اور عبادتِ خداوندی رسول کی بعثت کا بنیادی مقصد ہے اسی طرح رسول کی تعظیم و توقیر میں بھی بعثت رسول کا مقصودِ اعلیٰ ہے۔ آیتِ کریمہ کی تفسیر کے ذیل میں علامہ محمد انوار اللہ حیدرآبادی قدس سرہٗ فرماتے ہیں آیتِ کریمہ کے سیاق وسباق سے ظاہر ہوتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر آپؐ کی بعثت کا مقصود اصلی ہے، جیسے حق تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ لام کے تحت بیان فرمایا ہے۔ (انوار احمدی) آیت کریمہ میں رسول کی تعظیم و توقیر کے لیے کوئی تفصیل نہیں بتلائی گئی ہے کہ نبی کی تعظیم و توقیر کا حکم ہم کس طرح بجالائیں۔ اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ رسول کی عزّت وتکریم کے اظہار کے لیے قیامت تک جتنے بھی جائز طریقے ممکن ہوسکتے ہیں وہ سب اس مامورِبہ کے عموم میں داخل ہیں۔

چناں چہ مجدّدِ جنوبِ ہند علامہ سید شاہ عبداللطیف قادری المعروف بہ قطبِ ویلور قدس سرہٗ اپنی تصنیفِ جلیل "فصل الخطاب بین الخطاء والصواب" میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب کے تعلق سے یوں رقمطراز ہیں کہ:

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں پڑھنے کے لیے غسل کرنا اور خوشبو لگانا مستحب ہے جس طرح آپؐ کے حیاتِ ظاہری میں جب آپؐ کلام فرماتے تھے تو سب خاموش رہا کرتے تھے پس بے شک آپؐ کا کلام آپؐ کی رحلت کے بعد رفعت و منزلت کے معاملہ میں آپؐ کی زبانِ مبارک سے سُنے جانے والے کلام کے مانند ہے اور احادیث کو اچھے اور بلند مقام پر پڑھنا چاہیے۔"

ایک دوسری آیتِ کریمہ ہے:

یاایھاالذین آمنوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا وللکافرین عذابٌ الیم۔

اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (کنز الایمان)

تفسیرِ نعیمی میں حضرت صدر الافاضل علّامہ سید شاہ محمد نعیم الدین قدس سرّہٗ فرماتے ہیں کہ:
"وہ انبیاء کی تعظیم و توقیر اور ان کی جناب میں کلماتِ ادب عرض کرنا فرض ہے اور کلمہ میں ترکِ ادب کا شائبہ بھی ہو وہ زبان پر لانا ممنوع ہے۔"

اس آیت کریمہ کی شانِ نزول اور تشریح رئیس القلم علّامہ ارشد القادری صاحب مدظلہٗ نے بڑے ہی نفیس پیرایہ میں بیان فرمایا ہے کہ: یہودی مذہب کے لوگ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتے تو حضورؐ کو اپنی طرف متوجّہ کرنے کے لیے رَاعِنَا کہا کرتے تھے۔ جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ حضورؐ ہماری رعایت فرمائیں یعنی اچھی طرح بات ذہن نشین کرا دیں۔ چناں چہ انھیں دیکھکر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم بھی حضورؐ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے رَاعِنَا کہنے لگے لیکن یہودیوں کے یہاں رَاعِنَا کا لفظ گالی کے معنے میں بھی استعمال ہوتا تھا اور یہودی رَاعِنَا کے لفظ سے یہی مراد لیتے تھے۔ اس بنیاد پر حق تعالےٰ نے صحابۂ کرامؓ کو حکم دیا کہ تم رَاعِنَا کی بجائے اُنْظُرْنَا کہا کرو۔ یعنی ہماری طرف نگاہِ کرم مبذول فرمائیں یعنے وہ لفظ ہی ترک کر دو جس میں توہین کا بھی ایک پہلو ہے۔

جب صحابۂ کرامؓ کو معلوم ہوا کہ اس لفظ میں اہانت کا مفہوم بھی شامل ہے تو انھوں نے اعلان کر دیا کہ جس کی زبان سے بھی یہ کلمہ سنو اس کی گردن مار دو۔ اس کے بعد پھر کسی یہودی نے وہ کلمہ استعمال نہیں کیا۔

صرف مؤمنین کو مخاطب کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے الفاظ نیک نیّتی سے بھی استعمال کرنا درست نہیں۔ پھر سزا اس کی یہ ٹھہرائی گئی کہ جو شخص یہ الفاظ کہے خواہ یہودی ہو یا مسلمان اس کی گردن مار دی جائے بالفرض کوئی مسلمان بھی یہ لفظ کہتا تو اس وجہ سے کہ وہ حکم عام تھا بے شک اس کی گردن ماردی جاتی اور کوئی یہ نہ پوچھتا کہ اس لفظ سے تمہاری کیا مراد تھی۔

اب غور کرنا چاہیے کہ جو الفاظ خاص توہین کے محل میں مستعمل ہوتے ہیں انھیں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت استعمال کرنا خواہ صراحتہً ہو یا کنایتہً کس درجہ قبیح ہے۔

(ماخوذ از: انوارِ احمدی: تلخیص: علامہ ارشد القادری)

کسی نے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے اس طرح کہا ہے: ؎

میرے مصطفٰے کا ثانی کوئی دوسرا نہیں ہے
کسی انجمن میں ایسا کوئی آئینہ نہیں ہے

امام اہلِ سنت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی عشق ومحبت کا ترانہ اس طرح سے گنگنایا ہے۔ ؎

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں ۔ جس راہ چل دیے ہیں کوچے بسا دیے ہیں
میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا ۔ دریا بہا دیے ہیں دُر بے بہا دیے ہیں

تعظیم وآداب کے تعلق سے کئی ایک آیات کریمہ اور احادیث نبوی سے سیرت وتواریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ صحابۂ کرام، تابعینؒ کرام اور بزرگانِ دینؒ نے اپنی اپنی زندگیاں وقف کردیں اور کسی بھی طرح سے شانِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب واحترام میں کمی ہونے نہیں دیا۔ درج ذیل عقیدت ومحبت سے بھرا ہوا ایمان افروز واقعہ گوش گذار فرمائیں۔

راویانِ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ صلح حُدیبیہ کے موقعہ پر صنادید قریش نے عروہ نام کے ایک جہاں دیدہ شخص کو حالات کا جائزہ لینے کے لیے اپنا نمائندہ بنا کر وادیٔ حدیبیہ میں بھیجا۔ اس شخص نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائیوں کی عقیدت ومحبت، آداب واحترام کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ جب وہ صورتِ حال سے آگاہ کرنے کے لیے مکۂ مکرمہ پہنچا تو صنادید قریش کے سامنے ان الفاظ میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا کہ

"اے میری قوم! قسم ہے کعبہ کے پروردگار کی کہ میں نے اپنی زندگی میں بہت سے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں۔ قیصر وکسریٰ جیسے سطوت وجبروت والے سلاطین کی پیش گاہوں میں بھی گیا ہوں لیکن جس والہانہ محبت کے ساتھ محمدؐ کے اصحاب محمدؐ کی تعظیم کرتے ہیں اس کی مثال میں نے کسی بادشاہ کے دربار میں نہیں دیکھی۔ میں نے دیکھا کہ جب وہ اپنی ناک صاف کرتے تھے تو اُن کے اصحاب اُسے اپنی ہتھیلیوں پر لے لیتے ہیں اور اُسے اپنے جسم اور منھ پر ملتے ہیں۔ اور جب وہ کسی کام کا حکم دیتے ہیں تو اس کی تعمیل کے لیے ہر شخص ایک دوسرے پر سبقت کرتا ہے اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو اعضائے وضو سے جو پانی ٹپکتا ہے اسے حاصل کرنے کے لیے اس طرح ایک دوسرے پر گرتے ہیں جیسے جنگ وجدال کی نوبت آجائے گی اور صحابہؓ کے دلوں پر محمدؐ کی ایسی ہیبت چھائی رہتی ہے کہ کوئی آنکھ بھر کر انھیں نہیں دیکھ سکتا۔ (المواہب اللدنیہ : علامہ زرقانی)

ایمان قبول کرتے ہی آدمی کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ اب یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے صحابۂ کرام کا یہی وہ جذبۂ عشق تھا جو غزوۂ بدر واحد، غزوۂ تبوک وخندق وغیرہ میں کام آیا۔ نہ بیوی کا حسین چہرہ دیکھا اور نہ بچّوں کا گلاب جیسا شاداب چہرہ، نہ مال ودولت دیکھا نہ باغ وباغیچہ

بلکہ وہ عشق مصطفیٰؐ کے نشے میں ایسے چور تھے کہ دنیا و ما فیہا سے مستغنی و بے نیاز تھے۔ وہ مہمات میں اپنے محبوب کی رضا چاہتے تھے۔ اگر جان کی بازی بھی آ گئی تو اس سے سر مو کتراتے نہیں بلکہ آگ کے شعلوں میں کود پڑتے جیسا کہ اقبالؔ نے کہا ہے :

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ کسی جنگ کے موقعہ پر صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم دشمن سے کس طرح نبرد آزما ہوں گے؟ اُن کی تعداد زیادہ ہے، ان کے پاس اونٹ گھوڑے زائد، انکی تلواریں تیز اور دھار والے ہیں۔ ہمارے پاس چند ٹوٹی ہوی تلواریں ہیں۔ آخر یہ میدان کیسے سر کیا جائے گا۔ ہادیٔ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سامنے کھجوروں کے درخت کس دن تمہارے کام آئیں گے؟ ان کی شاخیں توڑلاؤ اور انھیں سے تلوار کا کام لو۔ یہ سنتے ہی صحابۂ کرامؓ ٹوٹ پڑے۔ اب نہتے ہاتھوں میں کھجوروں کی شاخیں تھیں۔ فطرتی طور پر صحابۂ کرامؓ کو یہ عرض کرنا چاہیے تھا کہ یا رسول اللہ! آہنی تلواروں کے سامنے یہ کھجور کی شاخیں کیا کام آئیں گی؟ مگر صحابۂ کرامؓ اسے بخوبی جانتے تھے کہ جو سوال ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کریں گے۔ کیا اس حقیقت کو خود رسولؐ اللہ نہیں جانتے؟ آخر وہ رسول جو دانائے کل ہے وہ بھی تو جانتا ہے کہ تلواروں کے مقابل شاخوں کی کیا حقیقت ہے! مگر اسے جانتے ہوے بھی رسولؐ اللہ نے فرمایا۔ اب یہ شاخ شاخ نہ رہ گئی، بلکہ اب یہ انسانوں ہی کا نہیں لوہے کی تلواروں کا بھی قلم کرے گی۔ لوہا ایک طرف، فرمانِ مصطفیٰؐ ایک طرف۔ اس موقعہ کے لیے حفیظ جالندھری نے کہا ہے :

نہ تیغ و تیر پہ تکیہ نہ خنجر پہ نہ بھالے پہ
بھروسا تھا تو اک سادہ سی کالی کملی والے پہ

ان پاک باز ہستیوں کو دنیا کی مادّی قوت پر بھروسے کے مقابلہ میں فرمانِ مصطفیٰؐ پر کہیں زیادہ اعتماد تھا۔ انھیں خصوصیات کے مدّنظر ان کے ایمان کو کوئی زیر و زبر نہ کر سکا وہ ہر موڑ پر سرخ روئی و سرفرازی اور کامیابی و کامرانی کی دولتِ لازوال سے ہم کنار ہوے۔ نبیٔ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اس فلسفہ کو بہت اچھی طرح جانتے تھے کہ لشکرِ کفار کے مقابل اگر ہم نے عسکری دستے کو تلوار و تیر کے مقابل صرف تیر دے دیا تو برابر کی بھی جنگ نہ ہو سکے گی۔ کیوں کہ وہ ہم سے تعداد میں بھی زیادہ ہیں۔ بظاہر مال و دولت میں بھی۔ لہٰذا ان مادّی طاقتوں سے ہٹ کر انھیں کوئی ایسی بھی طاقت اور ہتھیار ملنا چاہیے جن کا وزن ان مادّی طاقتوں سے کئی گنا زائد ہو اور وہ عشق ہی کا

اٹوٹ ہتھیار ہے جو سب پر بھاری بھر کم ہے۔ آقائے دو جہاں صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی یہی وہ حکمتِ عملی تھی، جو صحابۂ کرامؓ کے حق میں توپ و تفنگ کا کام کر گئی۔ نہ آدمیوں کا ریلہ دیکھا نہ ہتھیاروں کا انبار جذبۂ عشق سلامت رہا تو سر آگ میں چھلانگ مار کر کود پڑے۔ اسی عشق کی بنیاد پر ان بزرگوں نے سرکارؐ کے اعضاء وضو کے ٹپکتے ہوئے پانی اور دیگر آثار مبارکہ کے حصول کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ جسے دیکھ کر نمائندۂ قریش عروہ کو حیرت ہوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پاک باز ہستیوں کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ میں وضو کروں تو تم لوگ اعضاء وضو کے ٹپکتے ہوے پانی کو اپنے چہروں اور ہتھیلیوں پر ملو بلکہ آداب و احترام کا یہ انوکھا ہین انداز صحابۂ کرامؓ نے خود اپنی اپنی مرضی سے کیا تھا۔ سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے بغیر صحابۂ کرامؓ کے والہانہ جذبے کا یہ مظاہرہ اگر حرام و ناجائز ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یقیناً اپنے اصحابؓ کو اس سے روک دیتے۔

ان ساری باتوں سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح اور منوّر ہوجاتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ بھی حکم دیں جب بھی عقیدت و تعظیم کا تقاضا پورا کرنا صحابۂ کرامؓ کی سنّت ہے۔

آداب و احترام کے تعلق سے اہل سنّت والجماعت کا طرۂ امتیاز سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ سے یہ بھی رہا ہے کہ آپؐ کا نام مبارک سن کر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھ لیتے ہیں۔ اور پڑھتے ہیں قرۃ عینی بک یا رسول اللہ: یعنی یا رسول اللہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپؐ ہیں۔

جیسا کہ تفسیر "روح البیان" میں علّامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اور ملّا کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے معارج النبوۃ میں اور ملّا علی قاری نے موضوعات کبیر میں تحریر فرمایا ہے کہ:

"حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان کہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز تھے اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یوں حاضر تھے کان علی رؤسھم الطیر: گویا کہ سروں پر پرندے بیٹھے ہوے ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب اشھد ان محمد رسول اللہ سنا تو دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگالیے۔ ہادیٔ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی نے دیکھا ہے کہ آج میرے دوست صدیق نے کیا کیا ہے؟ ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ فداک ابی و امی میں نے دیکھا ہے کہ جب آپؐ کا نام مبارک حضرت بلالؓ نے اذان میں لیا تو حضرت صدیق اکبر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگالیے۔ ہادیٔ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم"

فرمایا کہ: مَنْ فَعَلَ مِثْلُ مَا فَعَلَ خَلِیْلِیْ اَنَا طَالِبُہٗ فِی صُفُوْفِ الْقِیَامَۃِ وَ قَائِدُہٗ اِلَی الْجَنَّۃِ:

جو اس طرح کرے گا جس طرح میرے خلیل نے کیا میں اس کا طالب ہوں گا قیامت کے صفوں میں اور جنت کی طرف اس کا قائد رہوں گا۔

مجددِ جنوب حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں: کہ

”رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارکہ اور آثار مبارکہ کی تعظیم وتوقیر واجب ہے کیوں کہ جب کل کی تعظیم وتوقیر واجب ہے تو اس کے اجزاء بھی محل آداب میں ہیں۔“

حضرت قطب ویلورؒ نے ایمان افروز بات کہی ہے یہ بھی فرمایا ہے جو کہ بصیرت کی نگاہ سے دیکھنے اور سمجھنے کے قابل ہے ساتھ ہی موصوف کے گراں نمایہ احساسات بھی ظاہر و باہر ہو رہے ہیں۔

”کبھی موئے مبارک کی تعظیم کو لوگ عبادت اور مو پرستی کہ دیتے ہیں۔ حالاں کہ تعظیم دوسری چیز ہے اور عبادت دوسری چیز ہے۔ اگر دونوں میں فرق نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ شعائر اللہ کے متعلق یوں نہ فرماتا:۔ ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب ۔ اور کبھی غیر تیقن موئے مبارک کی زیارت کو ناجائز کہ دیتے ہیں۔ حالاں کہ موئے مبارک کی زیارت کے لیے تیقن کی ضرورت نہیں جب احکام اجتہادی میں تیقن کے بغیر ان احکام پہ عمل کرتے ہیں اور نسب کے معاملہ میں تیقن کے بغیر میراث اور ترکہ حاصل کرتے ہیں تو پھر یہاں کیوں تحقیق اور تیقن کی فکر؟

خلاصۂ کلام!

مجاز پرستی کے اس دور میں توحیدِ خالص کا پرچار کرنا کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں، رسولوں، نبیوں اور ولیوں کو محتاج محض اور عاجز مخلوق قرار دے کر عام انسانوں کی صف میں کھڑا کر دیا جائے نہایت ہی خطرناک ہے۔ خصوصاً اس دور میں جو نبیوں اور رسولوں اور ولیوں سے چھوٹا وہ خدا سے چھوٹا اس کا مسلمان نظر آنا تو ممکن ہے مگر مسلمان رہنا مشکل ہے۔

جو تیرے در سے یار پھرتے ہیں در بدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں

اللہ ہمیں حق بات قبول کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وما علینا الا البلاغ المبین

استمدادِ اولیاء

قاری مولوی سید شاہ جمال قادری مرادیہ کڈپوی: مدرس دار العلوم لطیفیہ: حضرت مکان: ویلور

کلامِ الٰہی کا یہ ارشاد: ایاک نعبد وایاک نستعین یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ ان دونوں میں حصر ہے۔ جس کا یہ مفہوم ہوا کہ عبادت ہو تو صرف اللہ تعالےٰ کی اور مدد طلب جائے تو صرف اللہ تعالےٰ سے اور اسی لیے اوپر یہ تصریح کی گئی کہ استعانت بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ خاص ہے۔ مستعانِ حقیقی وہی ہے۔ لہذا بندے کو چاہیے کہ اسی پر نظر رکھے اور ہر چیز میں دست قدرت ہی کو متصرف حقیقی اور فاعلِ حقیقی تصوّر کرے۔ اس مقام پر یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ مقربانِ حق سے ظاہری استعانت دراصل حق تعالےٰ سے استعانت ہے۔ اس لیے شرک نہیں۔

تفسیر "فتح العزیز" میں حضرت شاہ عبد العزیز مفسّر و محدّث دہلوی تحریر فرماتے ہیں اولیاء اللہ سے انھیں مظاہر عون الٰہی جان کر استعانت کرنا عرفان کے مطابق اور شرعاً جائز ہے۔ انبیاء اور اولیاء اس قسم کی استعانت غیر سے کی ہے اور درحقیقت اس قسم کی استعانت بغیر نہیں ہے بلکہ استعانت بحق ہے۔

مولانا محمود حسن دیوبندی نے اپنے "ترجمان القرآن" کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ: ہاں! اگر کسی مقبول بندے کو واسطۂ رحمتِ الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانتِ ظاہری اس سے کرے تو جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالےٰ ہی سے استعانت ہے۔ تفسیر روح البیان میں شیخ اسماعیل حقی نے وان تدعوھم الی الھدٰی لا یسمعوا دعاؤکم اگر تم ان کو ہدایت کی جانب بلاؤ تو یہ تمہاری دعوت نہ سُنیں گے۔ کے تحت یہ تحریر کیا ہے کہ یہ آیت اصنام (بتوں) سے متعلق ہے۔ اگر ان سے ہدایت اور حصول مقاصد کی استدعا کی جائے تو وہ اس کو نہیں سُن سکتے۔ لیکن انبیاء و اولیاء کی بات ایسی نہیں ہے۔ انبیاء اور اولیاء کی روحانیت

کی جانب متوجہ ہونے سے اگرچہ کہ وہ بھی مخلوق ہیں بالکل مختلف ہیں کیوں کہ ان سے استمداد، توسل اور انتساب بایں حیثیت کہ وہ مظاہر حق اور اس کے انوار و کمالات کا پرتو اور آئینہ ہیں اور ظاہری و باطنی امور میں شفیع ہیں ہرگز شرک نہیں بلکہ عین توحید ہے۔ اگر ایاك نستعین کا مفہوم اور ہوتا تو اعینونی بقوۃ یعنی طاقت سے میری مدد کرو اور واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ یعنی صبر و تحمل اور نماز سے استعانت کرو" وارد نہ ہوتا۔ لیکن ایسا نہیں البتہ ایک جگہ ایسا ہے۔ یا ایہا الذین امنوا کونوا انصار اللہ کما قال عیسی ابن مریم للحواریین من انصاری الی اللہ (پ:۲۸) یعنی اے ایمان والو! اللہ کے دین کے مددگار ہو جاؤ جیسے عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کون ہے جو اللہ کی طرف میری مدد کریں۔ دیکھو اس آیت میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے اس بیان کی تائید ہو گی کہ انبیاؑ نے بھی اس قسم کی استعانت غیر سے کی ہے۔ اور درحقیقت یہ استعانت بغیر نہیں بلکہ استعانت بحق ہے۔ فاستغاثہ الذی من شیعتہ علی الذی من عدوہ (پ:۲۵) یعنی حضرت موسیٰؑ سے اس شخص نے جو آپ کی جماعت سے تھا اپنے دشمن کے مقابلہ میں استغاثہ کیا تو حضرت موسیٰؑ نے اس کو مکا دے مارا۔ دیکھو! انھیں کے جماعت کے آدمی کی استعانت پر حضرت موسیٰ نے اس سے یہ نہیں کہا کہ تم مجھ سے مدد نہ مانگنا کہ یہ استعانت بغیر حق ہے۔ بالفاظ دیگر اس کو سوئے اعتقادی میں شامل نہیں کیا، اس کے برخلاف اس کی مدد فرمائی۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مانگنے کا جو مطلق حکم دیا ہے اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے آپؐ کو عام قدرت بخشی ہے کہ حق تعالیٰ کے خزانوں سے جو چاہیں عطا فرمائیں۔ خود سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: انا قاسم واللہ یعطی: یعنی میں تقسیم کرنے والا اور اللہ دینے والا ہے۔

طبرانی نے "کبیر" اور ابو یعلی نے اپنی مسند میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اطلبوا والتمسوا وابتغوا الخیر والحوائج من حسان للوجوہ۔ کہ بھلائی اور مرادیں خوش رویوں سے طلب کرو یا۔ ان سے مانگو یا ان سے ڈھونڈو کہ "معنی بود صورت خوب را" یہ خوش رو حضرات اولیاء کرام ہیں جو حسن ازلی کے محب ہیں۔ من کثرت صلاتہ باللیل حسن وجہہ بالنہار یعنی جس کی نماز رات میں زیادہ ہوتی ہے، دن میں اس کا چہرہ دمکنے لگتا ہے۔ جود کامل اور سخائے شامل انھیں کا حصہ ہے اور وقت عطا شگفتہ روئی انھیں کا شیوہ ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے: حضرت ابن عمرؓ

سے طبرانی نے کبیر میں سند حسن کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزّو جل کے بعض ایسے بندے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے انھیں خلق کی حاجت روائی کے لیے خاص فرما دیا ہے لوگ بعالم پریشانی ان کے پاس حاجتیں لاتے ہیں یہ بندے عذاب الٰہی سے امان میں ہیں یہ اللہ کے خاص بندے کون ہیں؟ حدیث کے آخری فقرہ کو لو کہ یہ بندے عذاب الٰہی سے محفوظ ہیں اور پھر الاان اولیاء اللہ لاخوفٌ علیہم ولاھم یحزنون پڑھ لو بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ جاؤ گے کہ یہ اولیاء اللہ ہیں جو خوف و حزن سے امان میں ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جنھیں خلق کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے مامور کیا گیا ہے۔

بیہقی نے "شعب الایمان" میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہٗ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ جب اللہ تعالےٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے مخلوق کی حاجت روائی کا کام لیتا ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث مسند الفردوس میں حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے یہ حدیث مروی ہے: اللہ تعالےٰ جب کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو لوگوں کا مرجع الحاجات بنا دیتا ہے۔

طبرانی نے عتبہ بن غزوان سے اور ابن شیبہ اور بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہٗ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ مرجع و ماوائے کل خاتم الانبیاء والرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کوئی چیز کھودے اور وہ مدد مانگنی چاہیے اور وہ ایسی جگہ ہو جہاں اس کا کوئی مونس و ہمدم نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ یوں پکارے: اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو کہ اللہ تعالےٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں جنھیں یہ نہیں دیکھتا مگر وہ اس کی مدد کو آپہونچیں گے اور اس کی مدد کریں گے۔

پیروں کے پیر حضرت غوث الاعظم دستگیرؓ یہ اعلان کرتے ہیں جو شخص بھی تکلیف و مصیبت میں مجھ سے فریاد کرتے ہیں اس کی مشکل کشائی کرتا ہوں۔ جو میرا نام لے کر مجھے سختی میں پکارے میں اس کی سختی کو فراخی سے بدل دیتا ہوں اور جو کسی حاجت میں اللہ کے ہاں میرا وسیلہ لے میں اس کی حاجت روائی کرتا ہوں۔ (بحوالہٗ بہجۃ الاسرار)

یہ بھی آپؓ کا ارشاد ہے: پریشانی اور سختی میں ہمارا دامن مضبوط تھام لو ہم اپنی پوری قوت اور عزم و ہمت سے نمایاں طور پر تیری دستگیری کریں گے۔

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور مولانا محمود حسن دیوبندی اور مولانا شیخ اسمٰعیل حقی صاحب تفسیر روح البیان کے اقوال کی تائید و توثیق بلکہ تصریح ہوگئی کہ اولیاءاللہ مظاہر عون الٰہی ہیں اور ان سے استعانت در حقیقت مستعان حقیقی سے استعانت ہے اور یہ بھی کہ اس قسم کی استعانت اس وقت ممکن ہے جب کہ ان میں اعانت اور دستگیری کی قدرت و طاقت موجود ہو۔ لیکن چوں کہ ہم میں یہ استعداد اور صلاحیت موجود نہیں ہے۔ ہم اپنی مضمحل قوتوں پر ان مقتدر ہستیوں کی قوتوں کو قیاس کرنے لگتے ہیں اور یہی بنیادی غلطی ہے جو انکار اور حجت کی بنیاد بن جاتی ہے۔ مولانا روم نے اس لیے یہ نصیحت فرمائی ہے کہ خود ان برگزیدگانِ حق کو قیاس نہ کرنا۔ (دیکھو) لکھنے میں شیر اور شیر (دودھ) یکساں ہیں لیکن شیر آدمی کو کھا جاتا ہے اور شیر کو (دودھ کو) آدمی پی جاتا ہے۔ (دو کافروں یا منافقوں) نے کہا کہ ہم بھی بشر ہیں۔ یہ بھی بشر ہیں یہ بھی ہمارے مانند سوتے ہیں، کھاتے پیتے ہیں انہوں نے انبیاء سے ہمسری کا دعویٰ کیا اور اولیاء کو اپنی مانند سمجھا لیا۔ ان اندھوں نے یہ نہ سمجھا کہ ان میں اور ان برگزیدگانِ حق میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

حضرت امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں کراماتِ اولیاء پر دلائل قائم کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ بلاشبہ افعال کی متولی روح ہے نہ کہ بدن۔ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جیسے احوالِ غیب کا علم زیادہ ہوتا ہے اس کا دل زیادہ قوی اور طاقت ور ہوتا ہے۔ بدیں وجہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے خیبر کا دروازہ جسمانی قوت سے نہیں، بلکہ روحانی اور ربانی طاقت سے اکھیڑا تھا۔ بندہ جب دواماً طاعت میں مصروف مشغول رہتا ہے تو وہ اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کی نسبت اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ میں خود اس کا کان اور آنکھ ہو جاتا ہوں ......۔

جب جلالِ الٰہی کا نور اس کا کان ہو جاتا ہے تو وہ نزدیک و دور سب کو یکساں سنتا ہے اور جب وہ نور اس کی آنکھ ہو جاتا ہے تو وہ نزدیک و دور سب کو یکساں دیکھتا ہے اور جب وہ نور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے تو وہ سہل و دشوار، نزدیک و دور میں یکساں تصرفات کرتا ہے۔

بسط زمانی و مکانی :

تو پہلے بسط زمانی و مکانی کا حال سنو۔ ملکۂ سبا کے متعلق حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے پوچھا : ایکم یاتینی بعرشھا قبل ان یاتونی مسلمین

یعنی تم میں سے کون اس کا تخت میرے پاس مطیع ہو کر آنے سے قبل لا سکتا ہے؟ عفریت نے گزارش کی انا اتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک : میں اس کو آپ اپنی جگہ سے اٹھنے سے پیشتر لاؤں گا۔ لیکن آپ کے وزیر آصف بن برخیا نے جو علم لدنی یا اسم اعظم جانتے تھے، جیسا کہ وعندہ من علم الکتاب سے مستفاد ہوتا ہے عرض کیا: انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک کہ حضور میں آپ کی پلک جھپکنے سے پیشتر اس کو حاضر کر دوں گا۔ یہ کہا ادھر اور ادھر دیکھا تو تخت سامنے رکھا تھا۔

مدد مانگنا تو بڑے بزرگوں کا طریقہ رہا ہے۔ سید العارفین سیدنا عبد القادر جیلانی اپنے جدّ امجد سے اس طرح مدد کے خواستگار ہیں: اے حبیب خدا میری دستگیری فرمایئے میری اس درماندگی میں بجز آپ کے اور سہارا نہیں، میری لغزشوں پر رحم کیجیے اور اے شافع امم بارگاہِ صمدیت میں میری شفاعت فرمایئے۔ آپ کے سوا میرے آقا کی بارگاہِ صمدیت میں کوئی دوسرا وسیلہ نہیں۔

حضرت شاہ امداد اللہ مہاجر مکّی جو اکابرِ دیوبند کے مرشد معظّم ہیں ان کے متعلق مولوی محمد قاسم نانوتوی بانیٔ دار العلوم دیوبند، مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی اشرف علی تھانوی کی روایات پر مشتمل ایک کتاب "کراماتِ امدادیہ" کے نام سے کتب خانہ ھادی دیوبند سے شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں یہ لکھا ہے کہ

"آپ کا ایک مرید کسی بحری جہاز میں سفر کر رہے تھے کہ ایک تلاطم خیز طوفان سے جہاز ٹکرا گیا۔ قریب تھا کہ موجوں کے ہولناک تصادم سے اس کے تختے پاش پاش ہو جاتے انہوں نے جب دیکھا کہ اب مرنے کے سوا چارہ نہیں ہے تو اس مایوسانہ حالت سے گھبرا کر اپنے پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کیا۔ اسی وقت جہاز پانی سے نکل گیا اور تمام لوگوں کو نجات ملی۔ اِدھر تو یہ قصہ پیش آیا اُدھر اگلے روز آپ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ میری کمر نہایت درد کرتی ہے۔ خادم کمر دباتے دباتے دیکھا کہ آپ نے اپنا ایک کھڑاؤں ہوا میں پھینک دیا جو غائب ہو گیا۔ حالاں کہ حجرے میں سے کوئی راہ اس کے لیے باہر جانے کی نہ تھی۔ دوسرا کھڑاؤں آپ نے خادم کے پاس دے کر فرمایا کہ پہلا کھڑاؤں آنے تک اس کو اپنے پاس رکھو۔ ایک مدّت کے بعد ملک شام سے ایک شخص ایک کھڑاؤں اور ہدایات ساتھ لے کر حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ اللہ تعالیٰ حضرت کو جزائے خیر دے۔ جب چور

میرے سینے پر مجھے ذبح کرنے کے لیے بیٹھا میں اپنے دل میں یا سیدی محمد یا حنفی کہا۔ اسی وقت یہ کھڑاؤں غیب سے آکر اس کے سینے پر ایسا لگا کہ وہ غش کھا کر گر پڑا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکت سے نجات دی۔

کاملین کی ارواح سے استعانت، استمداد اور توسل پر محدثین، فقہاء اور علماء اُمت کا اجماع ہے اور اس امر پر سب متفق ہیں کہ اس بارے میں ان کی حیات اور موت میں بھی فرق نہیں ہے۔ کشف الخطا سند مولوی اسحٰق دہلوی میں ہے کہ کاملین کی ارواح کے زمانۂ حیات اور بعدِ وفات میں کوئی فرق نہیں ہے مگر یہ ترقیٔ کمال کسی نے کیا خوب کہا: ؎

قضا کس کی فنا کس کی جب اُن کے آشنا ٹھہرے
کبھی اس گھر میں آنکلے کبھی اس گھر میں جا ٹھہرے

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

(حافظ شیرازی)

اس خصوص میں حجۃ الاسلام امام غزالی نے ایک اصول بیان کیا ہے۔ جس کو شرحِ مشکوٰۃ میں شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی نے نقل فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ جن سے ان کی زندگی میں مدد طلب کی جا سکتی ہے ان سے ان کی وفات کے بعد بھی مدد طلب کی جا سکتی ہے۔

امام الحاج مکی "مدخل" میں تحریر فرماتے ہیں اگر صاحبِ مزار ان لوگوں میں سے ہے جن سے امیدِ برکت کی جا سکتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ کرنے سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل کرے کہ حضورؐ ہی توسل میں عمدہ اور ان سب باتوں میں اصل اور توسل کے مشروع فرمانے والے ہیں۔ پھر صالحین اہلِ قبور سے اپنی حاجت روائی اور بخششِ گناہ میں توسل اور اس کی تکرار و کثرت کرے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں چنا اور فضیلت و کرامت بخشی۔ جس طرح دنیا میں ان کی ذات سے نفع پہنچا یونہی بعد انتقال اس سے زیادہ پہنچے گا۔ تو جسے کوئی حاجت منظور ہو ان کی مزارات پر جا کر اور ان سے توسل کرے۔ کہ یہی واسطہ ہے اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق میں۔ اور بے شک شرع میں مقرر و معلوم ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ کی ان پر کیسی عنایت ہے اور یہ نہایت مشہور رہے۔ تمام علماء

اور اکابر سلسلہ بہ سلسلہ مشرق و مغرب ان کی زیارت سے ظاہری و باطنی برکت حاصل کرتے رہے۔

مددِ قوت:

ایک روز شیخ ابوالعباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا کہ زندہ کی مدد قوی ہے یا میّت کی امداد قوی ہے۔ لیکن میرا یہ کہنا ہے کہ میّت کی امداد زیادہ قوی ہے۔ (فتاوی علامہ سید عمر بصری مکی میں ہے کہ انبیاء اولیاء جب اس دار فانی سے رحلت فرماتے ہیں تو ان کی سماعت اور بصارت میں بہ نسبت زندوں کے اور قوت بڑھ جاتی ہے۔

امام شیخ شہاب رملی انصاری کے فتوے میں ہے: لوگوں نے اُن سے پوچھا: عام لوگ جو لوگ مصیبتوں میں انبیاء، مرسلین، صالحین کو اے شیخ فلاں اور اس کے مانند ندا دے کر فریاد کرتے ہیں تو کیا ان کی وفات کے بعد ایسا استغاثہ کیا جاسکتا ہے؟ شیخ نے جواب دیا: بے شک انبیاء و مرسلین، اولیاء اور علماء سے مدد مانگنی جائز ہے اور وہ بعد انتقال بھی مدد فرماتے ہیں۔

عیون الحکایات میں امام ابن جوزی نے بہ سند مسلسل تین اولیائے عظام کا واقعہ تحریر کیا ہے۔ کہ یہ تین بھائی شام کے رہنے والے تھے۔ ہمیشہ راہِ خدا میں جہاد کیا کرتے تھے فاسرھم الروم مرۃ فقال لھم الملک انی اجعل فیکم الملک وازواجکم بناتی ان تدخلوا فی النصرانیۃ فابوا وقالوا یا محمداہ: یعنی ایک بار روم کے انصاری انھیں قید کر کے لے گئے۔ بادشاہ نے ان سے کہا کہ میں تم کو سلطنت دوں گا، اپنی بیٹیاں تم کو بیاہ دوں گا بشرطیکہ تم عیسائی مذہب قبول کرلو۔ انھوں نے انکار کردیا اور یا محمداہ کا نعرہ لگایا۔ بادشاہ نے تیل گرم کر کے ان میں سے دو کو اس میں ڈلوا دیا۔ تیسرے کو اللہ تعالٰی نے ایک سبب پیدا کر کے بچا لیا۔ وہ دونوں چھ ماہ کے بعد فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ عالم بیداری میں ان کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ تعالٰی نے ہم کو تمہاری شادی میں شرکت کے لیے بھیجا ہے۔ انہوں نے ان کا حال پوچھا کہنے لگے ما کانت الا الغطسۃ التی رأیتم حتی خرجنا فی الفردوس: بس وہی تیل کا ایک غوطہ تھا جو تم نے دیکھا۔ اس کے بعد ہم جنّت الفردوس میں تھے۔

اس واقعہ کو امام جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں نہایت شرح و بسط سے بیان کیا ہے۔ بہرحال اس واقعہ سے ثابت ہے کہ مصیبت کے وقت حضور اکرم صلعم

کو ندا دینا اور مدد طلب کرنا اولیاء اللہ اور اصفیاء کا ہمیشہ طریقہ رہا ہے۔ اوپر جن اولیاء کا واقعہ بیان کیا گیا وہ تبع تابعین تھے۔

بزرگوں کو چاہنے والے اگر ان کو اپنی مدد کے لیے طلب کرتے ہیں تو وہ ضرور مدد کے لیے آجاتے ہیں۔ ایک حکایت ہے کہ ایک بزرگ سید صاحب کے پاس علمائے باکمال کہ ہر ایک جن میں سے ہر ایک ایک ایک فن میں ماہر تھا حاضر ہوئے۔ اور غرض ان کی یہ تھی کہ آپ کا امتحان لینا تھا کیوں کہ مشہور تھا کہ سید صاحب علوم درسیہ میں کوئی صاحب کمال نہیں ہیں۔ یہ علماء آپ کو دق کرنے کی غرض سے جمع ہوئے تھے۔ غرض انھوں نے آپ سے مختلف فنون کے کچھ سوالات کئے سید صاحب کبھی داہنی طرف دیکھ کر جواب دیتے تھے اور کبھی بائیں طرف۔ جب علماء چلے گئے تو کسی نے پوچھا: کہ آپ دائیں طرف دیکھ کر کیوں جواب دیتے تھے۔ فرمایا جب یہ علماء آئے تو میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ میری سُبکی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ابو حنیفہ کی روح کو میری داہنی طرف اور شیخ بو علی سینا کی روح کو بائیں طرف حاضر کر دیا۔ جب علماء منقولات کا سوال کرتے تو میں حضرت ابو حنیفہ سے دریافت کر کے جواب دیتا اور جب معقولات کا سوال کرتے ہیں تو شیخ سے دریافت کر کے بیان کر دیتا تھا۔ (بحوالہ رسالہ الابقاء: اشرف علی تھانوی: اپریل ۱۹۵۰ء)

بزرگوں سے اکثر فیض حاصل کرنے والے ان کی قبروں کے پاس جا کر بھی فیض حاصل کرتے تھے۔

علامہ محدث ابن حجر مکی 'خیرات الحسان' مطبوعہ مصر میں فرماتے ہیں، اشعۃ اللمعات میں امام شافعی کا یہ قول بھی منقول ہے کہ قبر موسیٰ کاظم تریاق مجرب لاجابۃ الدعاء حضرت سیدنا امام کاظم کی قبر اجابت دعا کے لیے تریاق مجرب ہے۔ امام یوسف جنھوں نے مجالس احادیث بخاری کی شرح فرمائی ہے۔ علی بن میمون کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے امام شافعی کو یہ فرماتے سنا کہ میں حضرت ابو حنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ ان کی قبر پہ آکر اپنی حاجت روائی کے لیے دعا کرتا ہوں تو وہاں سے علاحدہ ہونے سے قبل ہی وہ پوری ہو جاتی ہے۔

اوپر جو کچھ گزرا اس سے واضح ہو گیا کہ انبیاء، اولیاء اور صلحائے امت مظاہر عون الٰہی ہیں۔ ان سے استعانت و استمداد، استعانت بغیر نہیں بلکہ استعانت بحق ہے۔ اور ان کی مدد لے سکتے ہیں اور ضرور ان کی مدد ہمارے لیے ہوگی۔

وما علینا الا البلاغ ۞

آبِ حیات کیا ہے؟

مولوی یم۔ بی۔ شیخ فضل اللہ لطیفی۔ مدرّس دار العلوم لطیفیہ حضرت مکان۔ ویلور

اس کائناتِ رنگ و بو میں قدرت کی بے شمار نعمتیں ہیں۔ یہاں تک کہ اگر ہم اس کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہیں تو کبھی نہیں کر سکتے ہیں۔ وان تعدوا نعمۃ اللّٰہ لا تحصوھا
ان نعمتوں میں عظیم ترین نعمت علمِ دین بھی ہے۔ جس کے فضائل و محاسن سے کتاب و سنت بھرے پڑے ہیں۔

علمِ دین کو بعض نے آبِ حیات سے بھی تعبیر کیا ہے۔ جیسا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔ یہاں معارفِ مثنوی سے خلاصہ نقل کیا جا رہا ہے:

"ایک دانا نے برائے امتحان کسی سے کہا کہ ہندوستان میں ایک درخت ایسا ہے کہ جو اس کا میوہ کھا لیتا ہے کبھی نہیں مرتا۔ اس خبر کو جب بادشاہِ وقت نے سنا تو وہ اس کے لیے عاشق و دیوانہ ہو گیا اور فوراً ایک قاصد اس کی تلاش کے لیے ہندوستان بھیجا۔ یہ قاصد سالہا سال ہندوستان کے اطراف و جوانب میں سرگرداں پھرتا رہا اور کہیں ایسا درخت نہ ملا۔ جس سے بھی دریافت کرتا لوگ اس کو جواب دیتے کہ ایسے درخت کو صرف پاگل، دیوانے تلاش کرتے ہیں، اور اس کا مذاق اڑاتے۔ جب غریب الوطنی اور سیاحتوں کی مشقتوں سے عاجز اور درماندہ ہوا تو نامراد مایوس ہو کر واپسی کا عزم کیا۔ بوقتِ واپسی راستے میں ایک قطب شیخ ملے۔

بود شیخے عالمے قطبے کریم　　　اندر آں منزل کہ آئیس شد ندیم

جس مقام پہ یہ شخص نادم اور مایوس ہو کر واپسی کا عزم کر رہا تھا وہیں ایک بڑے شیخ قطبِ وقت اور صاحبِ کرم رہتے تھے۔

رفت پیشِ شیخ با چشمِ پُر آب　　　اشک می بارید مانند سحاب

ہے۔ اسی وقت لاحول ولا قوۃ کا نعرہ بلند کیا۔ شیطان وہاں سے اپنا اصلی چہرہ بتلا کر بھاگ نکلا۔

اسی طرح شیطان ایک جاہل عابد کے پاس آکر کہتا ہے: میں جبرئیل امین ہوں، اللہ تعالیٰ نے تیری عبادت کو قبول کرلیا ہے اور وہ اب تجھے معراج کی دعوت دیتا ہے۔ لہذا اب تم معراج کی تیاری کرلو۔ چناں چہ یہ عابدِ بے علم، جنھیں اپنی عبادت پر بڑا ناز تھا، بہت خوش ہوئے، خوشی و مسرت میں جھومنے لگے۔ شیطان نے سب سے پہلے عابد کی آنکھوں پر پٹی باندھی پھر چہرے کو کالے رنگ سے رنگ کر گدھے پر بٹھایا اور سارے شہر میں گھما کر علی الصباح ایک دیہات کی مسجد کے پاس چھوڑ کر کہا: کہ دیکھو! یہ عرش ہے۔ اس منظر کو دیکھ کر سب لوگ عابد کا مذاق اڑانے لگے۔ عابد ندامت سے سر جھکائے ہوئے فوراً اپنے گھر گئے اور غسل کیا اور سوچا کر کسی عالمِ دین کے پاس جانا چاہیے اور علمِ دین سیکھنا چاہیے، اس کے بعد ہی عبادت میں مشغول و مصروف ہونا چاہیے۔ علم حاصل کرنے کے بعد وہ شریعت کے مطابق اپنی عبادت میں مصروف ہو گئے اور علم کی برکت اور فیض سے شیطان کے مکائد سے محفوظ رہتے گئے۔

علم کے حصول کا مقصد ہی عمل ہے۔ تاکہ آدمی شریعت کو جان کر اس کے احکام و قواعد پر عمل کر سکے۔ علم نہ ہو تو آدمی حلال و حرام، نیکی و معصیت وغیرہ کسی بھی چیز میں امتیاز نہیں کر پاتا۔ اور نفس اور شیطان کے چنگل سے محفوظ بھی نہیں رہ سکتا۔ علم حاصل کرنے کے بعد آدمی کو اس پر عمل بھی ضرور کرنا چاہیے ورنہ علم چنداں سود مند نہیں۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ؎

علم چنداں کہ بیشتر خوانی　　　عمل در تو نیست نادانی

تو جتنا بھی علم حاصل کرے اور اگر تجھ میں عمل نہیں ہے تو بے کار ہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: کہ ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

سرکارِ دوعالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے علم کی طلب اور جستجو کو فرض قرار دے کر ارشاد فرمایا: طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم ومسلمۃ۔

یہ شخص کے پاس باچشم تر حاضر ہوا اور مثلِ بادل کے بہت رویا اور عرض کیا: ؎

گفت اے شیخا وقت رحم و رافت است		ناامیدم وقت لطف ایں ساعت است

کہا اے شیخ! یہ وقت رحم و مہربانی کا ہے کہ میں ناامید ہوگیا ہوں اپنے مقصد و مراد میں یہ آپ کی مہربانی کا وقت ہے۔

شیخ نے کہا: کیا نامرادی ہے؟ اور کیا مراد ہے تیری؟ اس نے عرض کیا کہ: ؎

گفت شاہنشاہ کردم اختیار		از برائے جستن یک شاخسار

کہا کہ میرے بادشاہ نے مجھے یہ کام سپرد کیا تھا کہ میں ایسے درخت کو معلوم کرلوں: ؎

کہ درختے ہست نادر درجہات		میوۂ او مایۂ آب حیات

کہ ایک درخت نادر ہندوستان کے اطراف میں ہے جس کا میوہ کھاکر آدمی ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ ؎

سالہا جستم ندیدم زو نشان		جز کہ طنز و تسخیر ایں سرخوشان

میں نے سالہا سال ڈھونڈا مگر اس کا نشان و پتہ نہ ملا۔ سوائے اس کے کہ میرا مذاق اڑایا گیا اور مجھے پاگل سمجھا گیا۔ ؎

شیخ خندید و بگفتش اے سلیم		ایں درخت علم باشد اے علیم

شیخ یہ گفتگو سن کر ہنسا اور اس سے کہا: اے سلیم یہ درخت صرف علم کی نعمت ہے۔ علم سے انسان دائمی زندگی پاتا ہے اور بے علم آدمی مردہ ہوتا ہے۔

اسی مفہوم کے پیشِ نظر علم کو آبِ حیات سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بدوں علم کے خدا کی معرفت ناممکن ہے۔ ع

بے علم نتواں خدا را شناخت

قرآن شریف میں ہے کہ ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون یعنی علم والے اور بے علم والے دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ اس کی ترجمانی درجِ ذیل واقعہ سے ہوتی ہے:

ایک مرتبہ شیطان اپنا مصنوعی لبادہ اوڑھ کر ایک عالمِ دین کے پاس جاکر کہتا ہے کہ میں جبرئیلِ امین ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی خبر سنادوں۔ اتنا سننا تھا کہ عالمِ دین نے فوراً بھانپ لیا کہ شیطان

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں: علم انبیاء کی میراث ہے اور مال فرعون و قارون کی میراث ہے۔ اگر علم کو خرچ کیا جائے تو بڑھتا جاتا ہے اور اگر مال خرچ کیا جائے تو گھٹ جاتا ہے۔ اور علم صاحبِ علم کی حفاظت کرتا ہے لیکن صاحبِ مال کو اپنے مال کی حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ عالم مرجاتا ہے تو اس کا علم قبر میں بھی فائدہ دیتا ہے۔ لیکن مال کو آدمی دنیا ہی میں چھوڑ جاتا ہے۔ اور اس کے ورثاء تقسیم کر لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں چار طرح کے لوگ۔ امراء، علماء، اغنیاء اور فقراء کو پیدا کیا ہے۔ ان میں امراء، اغنیاء اور فقراء کو علماء کی ضرورت پڑتی ہے۔

علم: صاحبِ علم کو قیامت کے دن پُل صراط پر سے اس طرح گزار دیتا ہے جس طرح کہ بجلی آسمان میں گزرتی ہے۔ لیکن صاحبِ مال پُل صراط پر جب تک حساب نہ دے گزر نہیں سکتا۔

علم جمع کرنے سے خدائی کا دعویٰ آ نہیں سکتا لیکن مال کے جمع کرنے سے بہت ممکن ہے خدائی کا دعویٰ کر بیٹھے جیسا فرعون نے مال و دولت کے بل بوتے پر خدائی کا دعویٰ کر بیٹھا۔

اور معرفتِ الٰہی جو سب سے بڑی دولت ہے وہ صرف علم ہی کی بدولت سے نصیب ہو گی۔ مال و دولت اور ثروت سے نہیں۔

حاصل کلام!

علم کی شان اتنی اعلیٰ اور ارفع ہے کہ دنیا کی کوئی چیز بھی اس کے مقابل میں نہیں بڑھ سکتی۔ یہ وہ لازوال دولت ہے جس کو پاکر آدمی اپنی دُنیا اور اپنی آخرت دونوں سنوار سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس نعمت سے سرفراز فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

گیسوئے اُردو ابھی منّت پذیر شانہ ہے
شمع یہ سودائیِ دل سوزیِ پروانہ ہے

اسرائیل

سید صفی احمد قادری عاصم حیدرآبادی، ایم کام۔

امریکہ، فرانس، برطانیہ اور دیگر یورپی ممالک نے اپنی متحدہ کوششوں سے اقوام متحدہ میں تقسیم فلسطین کی قرارداد منظور کروائی جس کے نتیجہ میں عرب اور یہودیوں کے لیے دو علاحدہ مملکتوں کے قیام کا فیصلہ کیا گیا۔ اور اس طرح سے ۱۵ر مئی 1948ء کو یہودی مملکت اسرائیل قایم ہوی۔

ساری دنیا کے مسلمانوں نے اقوام متحدہ کے اس فیصلہ کی مخالفت کی اور عربوں نے تو اس فیصلہ کی مخالفت میں مسلح جدوجہد کا آغاز بھی کردیا۔ مگر امریکہ اور دیگر یورپی ممالک نے مملکت اسرائیل کو تسلیم کرکے ہوے سفارتی تعلقات بھی قایم کرلیے اور ان ممالک کی سیاسی، معاشی اور فوجی قوت کے بل بوتے پر مملکت اسرائیل کو استحکام حاصل ہوا۔

یہودیوں کے اس مملکت کا قیام مذہبی بنیادوں پر عمل میں آیا تھا اس لیے یہودی ساری دنیا سے آکر یہاں بسنے لگے اور اپنی معاشی اور علمی برتری کی وجہ سے اپنی ان تھک کوششوں سے انھوں نے اس چھوٹی سی مملکت کو جو بحیرۂ روم کے ساحل پر واقع ہے دنیا کی ترقی یافتہ ممالک کی صفوں میں لا کھڑا کردیا۔

یوں تو ساری دنیا کے یہودی اسرائیل کے استحکام اور ترقی کے کام میں لگے ہوے ہیں چوں کہ امریکہ میں ایک با اثر مقام کے حامل ہیں اس لیے امریکہ کی خارجی پالیسی پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں اسی لیے امریکہ مملکتِ اسرائیل کی جملہ معاشی اور دفاعی ضرورتوں کی تکمیل میں ممد و معاون رہتا ہے۔

یہودی کبھی عربوں پر جارحانہ حملہ کرکے اور کبھی دوستانہ گفتگو کی خواہش جتا کر مملکت اسرائیل کے لیے محفوظ سرحدوں کے حصول کے لیے سرگرداں ہیں اور عربوں سے اپنے وجود کو تسلیم کروانے کے لیے کوشاں ہیں۔

اسی جدوجہد میں اسرائیل نے سنہ 1967ء کی لڑائی میں بیت المقدس پر بھی قبضہ کرلیا جو یہودیوں کے علاوہ کرسچینوں اور مسلمانوں کے بھی مقدس مقام ہے۔

اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی ہیں اللہ کا بندہ۔ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام

کا لقب تھا وہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت ابراھیم علیہ السلام کے پوتے تھے انہی کی نسل کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کے دوسرے فرزند اسماعیل علیہ السلام تھے، جو مکہ میں پیدا ہوئے اور حضرت ابراھیم کی دوسری بیوی حضرت ہاجرہ کے بطن سے ہیں۔ حجاز وغیرہ کے عرب انہی کی اولاد سے ہیں

بنی اسرائیل کا آبائی وطن ملک شام تھا اور اللہ تعالیٰ نے انھیں بڑی بڑی نعمتوں سے نوازا تھا کثرت سے انبیا اس قوم میں پیدا ہوئے۔ حکومت اور سلطنت بھی عطا کی گئی اور سینکڑوں سال تک دنیا کی دوسری قوموں پر قیادت وسیادت بخشی گئی۔ لیکن جب بنی اسرائیل کے عقاید میں بگاڑ آگیا تو پھر اُن کی تباہی اور بربادی کا دور شروع ہو گیا۔

بنی اسرائیل اس خیال میں مبتلا ہو گئے تھے کہ وہ جلیل القدر انبیا کی اولاد ہیں اور بڑے بڑے اولیا سے نسبت رکھتے ہیں تو قیامت تک اُن کی بخائش یقینی ہے۔ ان کا یہودی ہونا ہی جنت کے حصول کا ضامن ہے۔ جب یہ خیالات اُن کے دلوں میں گھر کر گئے تو وہ اپنے اعمال کی جانب سے لاپرواہ ہو گئے۔ جب اُن کی بداعمالیاں حد سے بڑھ گئیں تو اُن پر عذابِ خداوندی نازل ہوا۔ رومیوں نے ملکِ شام پر حملہ کر کے بنی اسرائیل کو اپنے آبائی ملک سے باہر نکلنے اور دَر دَر بھٹکنے پر مجبور کر دیا۔

اُن کے بہت سے قبائل نے یورپی ممالک کا رُخ کیا اور مختلف ممالک میں بس گئے۔ تجارت اور سودی کاروبار ہی اُن کا بڑا پیشہ تھا۔ ہر ملک میں مقامی عوام ان کی حرکتوں سے بددل ہو گئے اور اپنی بے زاری کا اظہار کرنے لگے۔ کیوں کہ یہودیوں نے اپنی حرکتوں سے اُن کو پریشان کر دیا تھا اور اُن کے دلوں کو نفرت سے بھر دیا تھا۔

شکسپیئر کا شائی لاک کا افسانوی کردار یورپی اقوام میں یہودیوں سے نفرت اور بے زاری کے جذبہ کا اظہار کرتا ہے۔ جرمنی میں ہٹلر کی یہودیوں سے ملک کی صفائی کی مہم تو انسانیت کی حدوں کو پار کر گئی۔ اب یہودیوں نے امریکہ میں جائے پناہ ڈھونڈی اور یورپ سے نکالے ہوئے سارے یہودی وہاں بسنے لگے۔

دوسری جنگِ عظیم کے دوران ہٹلر سے اپنے انتقامی جذبہ کے تحت امریکہ کو یہودیوں نے اپنی دولت اور اپنی ماہرانہ سائنسی خدمات سے دل کھول کر مدد کی جو جنگ میں امریکہ کی کامیابی میں کارآمد ثابت ہوئیں۔ جنگ میں کامیابی کے بعد امریکہ نے یہودیوں کے دیرینہ مطالبہ کی تکمیل کی جستجو شروع کر دی۔

یہودیوں کے لیے ایک آزاد وطن کا قیام ان کا دیرینہ مطالبہ تھا اور ارضِ فلسطین کو اُنھوں نے اس کے لیے چُنا تھا۔

فلسطین اس دور میں برطانیہ کے قبضہ میں تھا اور وہاں نود (۹۰) فی صد آبادی عربوں پر مشتمل

تھی۔ امریکہ نے برطانیہ سے خفیہ معاہدے کے ذریعہ فلسطین میں یہودیوں کے لیے سازگار حالات پیدا کئے اور یہودی ساری دنیا سے آکر فلسطین میں بسنے لگے اور حکومتِ برطانیہ نے ہر جائز اور ناجائز طریقہ سے یہودیوں کی مدد کی۔ جب یہودی کافی تعداد میں بس گئے تو عربوں سے ان کے فسادات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

جب فسادات کے سلسلہ نے طول کھینچا تو حکومت برطانیہ نے اس مسئلہ کو قانونی حل کے لیے اقوامِ متحدہ سے رجوع کیا اور اقوامِ متحدہ کا فیصلہ یہودیوں کے خوابوں کی تعبیر کی شکل میں ظاہر ہوا۔ ●●

بقیہ سلسلۂ مضمون "علماء اور حکمرانِ وقت" (صفحہ 89 کا)

ثابت ہوں۔ اس واقعہ سے ان فی ذالک لعبرۃ لاولی الابصار کے مصداق موجودہ دور کے علماء کے لیے ایک سبق ہے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض مقامات پر یہ بلند استعداد کھوئی ہوئی نظر آتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ:

"میں ڈرتا ہوں کہ میری اُمّت کے علماء دولت پرست نہ بن جائیں اور مال داری کی خوشامد نہ کرنے بیٹھیں"

اسی کو کسی انگریز نے مدبرانہ ضرب المثل کی شکل میں پیش کیا ہے کہ:

"کسی قوم (ملّت) کا زوال اس وقت شروع ہوتا ہے جب اس میں مال کی پرستش داخل ہوجاتی ہے۔"

بعض جاہل مال دار عزّت کے لیے کسی عالم کی صحبت حاصل کرکے مقرب بنالیتے ہیں (جاہل کو عالم کی ضرورت) اور عالم (محتاج) طمع کا شکار ہوکر مال داروں کے مقرب ہوکر مرہونِ منت و احسان ہوجاتے ہیں۔ جاہل مال دار کی قربت میں عالم کا عزّت ڈھونڈنا کتنی عار کی بات ہے۔ ؎

زہد و تقویٰ چیست اے مردِ فقیر
لا طمع بودن ز سلطان و امیر

وما علینا الا البلاغ ●●

حق گوئی اسلام ہے

محمد جاوید میسوری: متعلم دارالعلوم لطیفیہ: حضرت مکان، ویلور

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

مذہب اسلام کی صداقت و حقانیت تسلیم شدہ حقیقت ہے جس کا اعتراف اور اقرار اُن لوگوں نے بھی کیا ہے جو اسلام کے دائرے میں داخل نہیں ہیں۔

ہادئ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جو پیغام دنیا والوں کو دیا دنیا کے کسی بھی رہبر اور رہ نما نے نہیں دیا۔ اسلام کی ایک اہم تعلیم یہ ہے کہ انسان صواب، راستی اور سچائی کا دامن تھامے رہے۔ اور زندگی کی کسی بھی نازک ترین اور دشوار ترین منزل کیوں نہ ہو جادۂ حق و صداقت سے انحراف نہ کرے۔

چناں چہ حدیث شریف میں ہے کہ افضل الجہاد کلمۃ الحق عند سلطان جائر حق و انصاف کی بات کہنا افضل جہاد ہے ظالم بادشاہ کے سامنے۔

یہاں چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں، جن سے ہمارے اسلاف کی سادگی و صفائی، اخلاص و للہیت عند اللہ مسؤلیت، حق و انصاف اور صداقت و حقانیت پر روشنی پڑتی ہے۔

خلیفۂ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے لوگوں سے اپنے صدارتی خطبہ میں ارشاد فرمایا: جب تک میں سیدھے راستہ پہ چلوں تو تم میری اطاعت اور فرماں برداری کرتے رہنا اور جب مجھے غلط راستے پہ پاؤ تو میری رہ بری کرنا۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں: اگر میں کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کی پیروی کروں تو میری قیادت کو تسلیم کرنا اور جب اس کے خلاف قدم اٹھاؤں تو مجھے مسندِ خلافت سے الگ کر دینا۔ اس تعلیم کا یہ اثر ہوا کہ ایک معمولی شخص بھی مجمعِ عام میں

خلیفہ پر اعتراض کر دیتا تھا۔ اور کسی بھی معاملہ میں سوال کر دیتا تھا اور خلیفہ کو جواب دینا پڑتا تھا۔

ایک دفعہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے بر سر منبر لوگوں سے پوچھا کہ اگر میں دین کو چھوڑ کر دنیا کی طرف جھک جاؤں تو تم کیا کرو گے؟ مجمع میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور تلوار میان سے نکال کر کہا: تمہارا سر اڑا دیں گے۔ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اس شخص کی جرأت و بے باکی پر خوش ہوئے۔ لیکن اُسے آزمانے کے لیے ڈانٹ کر کہا: کچھ خبر ہے کہ تم کس کی شان میں یہ الفاظ کہہ رہے ہو؟ اس نے فوراً جواب دیا: ہاں! آپ رضؓ کی شان میں۔ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے کہا: اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں، جو حق گو، نڈر اور بے باک ہیں۔ مجھے امید ہے کہ جب کبھی میں غلط راہ پہ چل پڑوں تو یہ ضرور مجھے سیدھی راہ دکھلائیں گے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ خطبہ میں فرما رہے تھے کہ لوگو! میری باتیں غور سے سنو اور ان پر عمل کرو۔ یہ سن کر ایک شخص مجمع میں سے کھڑا ہو گیا اور کہا: ہم نہ آپ رضؓ کی بات سنیں گے، اور نہ مانیں گے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے سبب پوچھا: تو کہا: مالِ غنیمت سے جو چادریں تقسیم ہوئیں وہ سب کو ایک ایک ملی۔ مگر آپ رضؓ کا کرتہ اُس ایک چادر سے نہیں بنتا؟ (حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ قوی الجثہ تھے) جب تک آپ رضؓ یہ نہیں بتائیں گے کہ عام لوگوں کے مقابلہ میں یہ دگنا کپڑا آپ رضؓ کے پاس کیسے آیا؟ اور آپ رضؓ نے حصّہ سے زیادہ کیوں لیا؟ ہم نہ آپ رضؓ کی بات سنیں گے اور نہ مانیں گے۔ اس پر مجمع میں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ کے فرزند حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کھڑے ہو گئے، اور کہا: تمہاری یہ بات درست ہے کہ سب کو ایک ایک چادر ملی ہے اور امیر المومنین رضؓ کو بھی ایک ہی چادر ملی تھی اور کرتا جو بنا ہوا ہے وہ میرے حصّہ کی چادر سے مل کر بنا ہے۔ میں نے میرے والدِ محترم کو دی ہے۔ جب یہ حقیقت معلوم تو اُس نے کہا: ٹھیک ہے۔ اب آپ کہیے کیا کہنا چاہتے ہیں، ہم سنیں گے اور آپ رضؓ کی اطاعت بھی کریں گے۔

حضرت سعید بن مسیب ایک نامور تابعی تھے۔ جن کا زیادہ تر وقت مسجد ہی میں گزرتا تھا۔ ۹۱ سنہ ہجری میں خلیفہ ولید بن عبدالملک جب مدینہ آیا اور مسجد نبوی میں جانے کا ارادہ کیا اور سب لوگوں کو حکم دیا گیا کہ وہ مسجد سے باہر نکل آئیں۔ سب باہر نکل آئے مگر حضرت سعید بن مسیب مسجد ہی میں بیٹھے رہے۔ جب انھیں مسجد سے باہر نکلنے پر زور دیا گیا تو انھوں

نے کہا : یہ عجیب خلیفہ آیا ہے جو خانۂ خدا میں بھی اپنی شہنشاہیت کا مظاہرہ کر رہا ہے ۔ اسی دوران کسی نے کہا : خلیفہ تشریف لا رہے ہیں ۔ آپ اٹھ کر سلام کیجیے : اس پر انھوں نے کہا : اللہ کے گھر میں صرف اللہ ہی کا ادب کیا جا سکتا ہے ۔ مسجدیں غیر اللہ کے ادب کے لیے نہیں بنی ہیں ! خلیفہ کو مسجد میں بادشاہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک مسلمان کی حیثیت سے آنا چاہیے ۔

خلیفہ نے یہ سُن لیا اور اپنے دل میں ناگواری محسوس کی لیکن آپ کی جلالتِ شان اور عظمت کے پیشِ نظر خاموش رہ گیا ۔ سعید بن مسیّب کہا کرتے تھے کہ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ حکمرانوں کو برابر اُن کی غلطیوں پر متنبہ کرے ۔ خواہ ایسا کرنے میں اپنی جان ہی کیوں نہ دینی پڑے ۔

خالد بن صفوان خلیفۂ بنو امیّہ کے زمانہ میں فرقۂ احرا کے سربراہ تھے ، ایک دن وہ خلیفۂ ہشام کے پاس گئے ، خلیفہ نے ان سے کہا : کوئی اچھی بات بتائیے ۔ صفوان نے کہا : جن کانوں میں نغمے گونج رہے ہوں ان میں اچھی باتوں کے قبول کرنے کی صلاحیت کہاں باقی رہتی ہے ۔ اے ہشام ! یہ سلطنت اور سارا عیش و طرب کا سامان تجھے وراثت میں ملا ہے ۔ جو تجھ سے پہلے آئے تھے وہ بھی چھوڑ کر چلے گئے اور اب تجھے بھی چھوڑ کر جانا ہے ۔ جن محلوں کو تو اپنا بتاتا ہے وہ دوسروں کو ملنے والے ہیں ، تجھ کو صرف دو گز زمین پر قناعت کرنی ہے پھر تو ان چیزوں پر کیوں فریفتہ اور مغرور ہے ۔ خالد بن صفوان کی ان باتوں کا ہشام کے دل پر اثر ہوا اور چند روز تک وہ عیش و عشرت کی زندگی سے کنارہ کش رہا ۔ لیکن پھر اسی حالت پر آ گیا ۔

ان واقعات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں حق گوئی کس طرح ضروری سمجھتے تھے ۔ تاریخ اسلام میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ حق گوئی کی وجہ سے مردانِ حق کو قید خانوں میں ڈال دیا گیا ۔

حضرت امام احمد ابن حنبل رح کو خلقِ قرآن کے مسئلہ میں قید و بند کی صعوبتوں کو جھیلنا پڑا ۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ النعمان رح کو عہدۂ قضاۃ قبول کرنے سے انکار کی بناء پر قید میں ڈال دیا گیا ۔ قید خانہ میں بھی آپ برابر اعلائے کلمۃ الحق اور دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیا ۔ آپ کی غیر معمولی مقبولیت اور تلامذہ کی کثرت دیکھ کر خلیفہ منصور نے آپ کو زہر دلوا کر شہید کرا دیا ۔

اللہ ہمیں اسلافِ کرام کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ۔

اقوالِ حضرت غوث الاعظم علیہ رحمۃ اللہ

محمد عبد السبحان وگروری۔ جماعتِ پنجم۔ دار العلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور

- تمام خوبیوں کا مجموعہ علم کا سیکھنا، عمل کرنا اور اوروں کو سکھانا ہے۔
- اے عالم اپنے علم کو دنیا داروں کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے میلا نہ کر۔
- جب زاہد نہ ہو تو وہ زمانہ والوں پر عذاب ہے۔
- عملِ صالح وہ ہے جس پر لوگوں کی ثنا کی امید نہ رکھی جائے۔
- مصیبتوں کو چھپاؤ اس سے قربِ حق نصیب ہوگا۔
- ایمان اصل اور اعمال فرع، لہٰذا ایمان میں شرکت سے اور اعمال میں مصیبت سے بچو۔
- مومن اپنے اہل و عیال کو اللہ پر چھوڑتا ہے اور منافق اپنے درہم و دینار پر۔
- مومن جس قدر بوڑھا ہوتا ہے اس کا ایمان طاقت ور ہوتا ہے۔
- جو خدا سے واقف ہو جاتا ہے وہ مخلوق کے سامنے متواضع ہو جاتا ہے۔
- وعظ خالص اللہ کے لیے کر ورنہ تیرا گونگا پن ہی بہتر ہے۔
- بدگمانی تمام فائدوں کو بند کر دیتی ہے۔
- کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ تو اسے حکم کرتا ہے کہ وہ تیری قسمت کو بدل ڈالے گا تو اس سے زیادہ حاکم اور زیادہ عادل اور اس سے زیادہ رحیم ہے تو اور ساری خلقت اس کے بندے ہیں۔ وہ تیرا بھی اور ان کا بھی منتظم ہے۔ اگر تو دنیا اور آخرت میں اس کی صحبت کا خواہش مند ہے تو سکون، خاموش اور گونگا رہنا لازم پکڑ۔
- رہائش کے قابل گھر، بدن ڈھانپنے کے لیے کپڑا پیٹ بھر روٹی اور بیوی دنیا نہیں ہے بلکہ

دُنیا یہ ہے کہ دُنیا دُنیا کی طرف منہ ہو اور آخرت کی طرف پشت کر لے۔

- تو خلقت کو راضی کرنے میں خالق کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کرتا۔ دنیا کی عمارت کے عوض آخرت کو برباد کرتا ہے۔ جلدی ہی تو پکڑا جائے گا۔ تجھے وہ پکڑے گا جس کی گرفت حد درجہ دردناک ہے۔
- وہ رزق کی فراخی جس پر شکر نہ ہو اور معاش کی تنگی جس پہ صبر نہ ہو فتنہ بن جاتی ہے۔
- تنہا شخص محفوظ ہے اور ہر گناہ کی تکمیل دو سے ہوتی ہے۔
- جسے کوئی ایذا نہ پہنچے اس میں کوئی خوبی نہیں ہے۔
- خدا کے ساتھ ادب کا دعویٰ غلط ہے، جب تک تو مخلوق کے ادب کا خیال نہ رکھے۔
- جس نے مخلوق سے کچھ مانگا وہ خالق کے دروازے سے اندھا ہے۔
- اگر صبر نہ ہو تو تنگ دستی یا بیماری وغیرہ ایک عذاب ہے بصبر ہو تو کرامت وعزّت ہے۔
- اللہ اور رسول کی محبت فقر وفاقہ اور بلا سے ملی جلی ہوتی ہے۔
- موت سے پہلے یادِ خدا میں عزّت ہے۔ لوگوں کا کاٹنے کے وقت ہل چلانا اور بیج بونا بے سود ہے۔
- مخلوق تین طرح کی ہے۔ ۱۔ فرشتہ۔ ۲۔ شیطان۔ ۳۔ انسان:
فرشتے تو سراپا خیر ہے اور شیطان سرتا پا شر اور انسان مخلوط کہ خیر بھی رکھتا ہے اور جس پہ خیر غالب ہو تو وہ فرشتوں سے جا ملتا ہے اور جس پر شر غالب ہوتا ہے وہ شیطان سے ملتا ہے۔
- مستحق سائل خدا کا ھدیہ ہے جو بندے کی طرف بھیجا جاتا ہے۔
- بے ادب خالق ومخلوق دونوں کا معتوب ہے۔

تحریر و تقریر کی اہمیت پر ایک نظر

سید تنویر الزماں۔ ویلوری: متعلم زمرۂ خامسہ۔ دارالعلوم لطیفیہ حضرت مکان۔ ویلور

دوسروں تک اپنے مافی الضمیر کو پہنچانے کے عام طور پر دو ہی راستے ہیں ایک تقریر، دوسرا تحریر۔ دنیا کے دانش وروں اور مدبروں نے کسی بھی تحریک و پیغام اور دعوت کی نشر و اشاعت میں تحریر و تقریر ہی کو غیر معمولی اہمیت دی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جس کام کو ہم تلوار اور تیر کی مدد کے ذریعہ انجام نہیں دے سکتے وہ کام تحریر و تقریر کے ذریعہ پورا کیا جا سکتا ہے۔ زبان اور تلوار میں معنوی اعتبار سے بھی تھوڑی بہت مناسبت ہے۔

چنانچہ "کافیہ سعیدیہ" کے حاشیہ پر مرقوم ہے:

"کلمہ، کلم سے لیا گیا ہے۔ جس کے معنی زخم کرنے کے ہیں۔ اور ماخوذ اور ماخوذ عنہ میں مناسبت یہ ہے کہ بعض کلمات میں بھی زخم کی طرح تاثیر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تلوار اور بھالے سے بھی زیادہ چبھتے ہیں اور کسی جملہ کا اثر اور کسی بات کی چبھن تلوار کے زخم سے بھی زیادہ ہوتی ہے اور آدمی عرصہ دراز تک سخت و سست بات کے کرب و تکلیف کو محسوس کرتا ہے۔

ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

جراحات السنان لہا التیام ولا یلتام ما جرح اللسان

نیزوں اور تیروں کے زخم مندمل ہو سکتے ہیں۔۔ لیکن زبان سے تیر برسائے گئے ہیں اس کے زخم کبھی اچھے نہیں ہو سکتے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

ادع الی سبیل ربك بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ

حکمت و تدبیر اور موعظت حسنہ کے ساتھ رب کی راہ کی طرف دعوت دو۔ قرآن کی پہلی وحی میں قلم کا تذکرہ کیا گیا ہے جس سے زبان و قلم کی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ اسلام

کی تعلیمات کے آغاز سے قلم کے ذریعہ کیا جارہا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ

پڑھو! اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا، پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو جو نہ جانتا تھا۔

خداوند قدوس نے ایک دوسری جگہ قلم کی عظمت و رفعت کو تسمیہ الفاظ کے ذریعہ ظاہر فرمایا:

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ: قلم اور اس کے لکھنے کی قسم۔

آیتِ طیبہ میں قلم سے مراد آسمانی قلم ہی نہیں دنیوی قلم بھی مراد ہے۔

امام قرطبی فرماتے ہیں:

وھو واقع علی کل مما یکتب من فی السماء او من فی الارض۔

یہاں قلم سے مراد ہر قلم ہے خواہ اس کے ساتھ آسمانی مخلوق لکھے یا ارضی۔

(القرطبی: ص: ۲۲۵)

"قلم اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اگر اس کا وجود نہ ہوتا، زندگی کا وجود بھی باقی نہیں رہتا۔

امام خازن نے سچ فرمایا:

لولا الکتابۃ ما استقام امر الدین والدنیا۔

اگر کتابت کا فن نہ ہوتا تو دین اور دنیا کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔

(الخازن: ص: ۳۹۲)

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی قلم کی اہمیت کو محسوس کیا اور حضرات صحابہ کرام کو مختلف زبانوں کے سیکھنے اور کتابت کے سیکھنے کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ چالیس کاتب حضرات نے وحیِ محمدی کو قلم کے ذریعہ محفوظ کرنے کی سعی فرمائی اور اسی کام کے لیے مامور تھے۔ اس کے علاوہ اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لیے خطوط لکھوایا اور بادشاہوں اور امراء کے درباروں میں بھجوائے، معاہدوں کی دستاویزات کی تحریر اور عربی سے دوسری زبانوں میں تراجم کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ کو عبرانی، سریانی یا الفاظ دیگر عربی کے علاوہ دیگر زبانوں کو سیکھنے پڑھنے اور لکھنے کی صلاحیت پیدا کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ

کی تعلیمات کے آغاز سے قلم کے ذریعہ کیا جارہا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ

پڑھو! اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو جو نہ جانتا تھا۔

خداوند قدوس نے ایک دوسری جگہ قلم کی عظمت و رفعت کو تسمیہ الفاظ کے ذریعہ ظاہر فرمایا:

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ: قلم اور اس کے لکھنے کی قسم۔

آیتِ طیبہ میں قلم سے مراد آسمانی قلم ہی نہیں دُنیوی قلم بھی مراد ہے۔

امام قرطبی فرماتے ہیں:

وهو واقع على كل مما يكتب من في السماء ومن في الارض۔

یہاں قلم سے مراد ہر قلم ہے خواہ اس کے ساتھ آسمانی مخلوق لکھے یا ارضی۔

(القرطبی: ص: ۲۲۵)

"قلم اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اگر اس کا وجود نہ ہوتا، زندگی کا وجود بھی باقی نہیں رہتا۔

امام خازن نے سچ فرمایا:

لولا الكتابة ما استقام امر الدين والدنيا۔

اگر کتابت کا فن نہ ہوتا تو دین اور دنیا کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔

(الخازن: ص: ۳۹۲)

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی قلم کی اہمیت کو محسوس کیا اور حضرات صحابہ کرام کو مختلف زبانوں کے سیکھنے اور کتابت کے سیکھنے کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ چالیس کاتب حضرات نے وحیِ محمدی کو قلم کے ذریعہ محفوظ کرنے کی سعی فرمائی اور اسی کام کے لیے مامور تھے۔ اس کے علاوہ اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لیے خطوط لکھوایا اور بادشاہوں اور امراء کے درباروں میں بھجوائے، معاہدوں کی دستاویزات کی تحریر اور عربی سے دوسری زبانوں میں تراجم کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے صحابۂ کرامؓ کو عبرانی، سریانی بالفاظ دیگر عربی کے علاوہ دیگر زبانوں کو سیکھنے پڑھنے اور لکھنے کی صلاحیت پیدا کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ

عہدِ نبوی ﷺ کا یہ مشہور واقعہ ہے غزوہ بدر میں کفار و مشرک قید کر لیے گئے اور اُن کی رہائی کے لیے یہ فدیہ مقرّر کیا گیا۔ کسی کو چار ہزار، کسی کو دو ہزار درہم، اور جن قیدیوں میں لکھنے اور پڑھنے کی صلاحیت تھی، عربی کے علاوہ دوسری زبانیں جانتے تھے تو ان قیدیوں کا فدیہ یہ قرار دیا گیا کہ وہ صحابہ کرامؓ کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔ اس کے بعد ایک ایک قیدی کے پاس دس دس صحابہ کرامؓ یا صحابہؓ کے بچّوں کو دے دیا گیا۔

اس واقعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ علم و حکمت کسی بھی فرد اور کسی بھی قوم سے ملے حاصل کرنے میں پیچھے نہیں رہنا چاہیے۔

چناں چہ ایک حدیث میں ارشاد ہے:

الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن اینما وجد فھو احق بھا: علم و حکمت مومن کا گم شدہ خزانہ ہے جہاں بھی پائے وہ اس کو حاصل کرنے کا مستحق اور حق دار ہے۔

حاصل کلام!

تحریر و تقریر اور زبان و قلم کی اہمیت و ضرورت اور افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کے ذریعہ اسلام کا سرمایہ محفوظ ہوتا چلا آیا ہے۔ اور آئندہ نسلوں تک پہنچانے کے لیے بھی یہی ایک طاقت ور ذریعہ ہے۔ لہٰذا علماء کے لیے تحصیل علم کے ساتھ ساتھ تحریر و تقریر میں کمال اور ید طولیٰ حاصل کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس استعداد کے بغیر کوئی عالم اپنے علم سے دوسروں کو مستفیض نہیں کر سکتا۔ وما علینا الا البلاغ ••

سیّد امجد القادری: قریب آثار مسجد تاڑپتری: متعلم دار العلوم لطیفیہ: حضرت مکان: ویلور

صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃً وَّسَلَامًا عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

اہلِ بیت اہل بیت اُن کو کہا جاتا ہے جن کا نسبی تعلق سرکارِ دو عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے گھرانے سے ہو۔ امہات المومنین، حضرت بی بی خاتونِ جنت فاطمۃ الزہرا بتول، حضرت ام کلثوم حضرت رقیہ، حضرت علی، حضرت امام حسن، حضرت امام حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور ان کی اولاد کو اہل بیت کہا جاتا ہے۔

قرآن شریف کی یہ آیت ملاحظہ فرمائیے:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا۔

اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کرکے خوب ستھرا کردے۔ (کنز الایمان)

یہ بھی ملاحظہ فرمائیے:

حضرت نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام جُحفہ (غدیر خم) کے پاس کھڑے ہوکر پہلے اللہ ربّ العزّت کی حمد وثنا فرمائی، پھر وعظ ونصیحت ارشاد فرمایا اس کے بعد اُمّت سے مخاطب ہوکر یہ گہر افشانی فرمائی کہ اے لوگو! میں انسان ہوں قریب ہے کہ فرشتۂ موت میرے پاس آئے اور میں اللہ کے حکم کو قبول کروں اور میں تم میں دو نفیس چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ ایک کتاب اللہ (قرآن شریف) ہے جس سے تم ہدایت اور روشنی پاؤگے اور دوسری گراں قدر چیز میرے اہلِ بیت ہیں میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا

ہوں اور اس سے ڈراتا ہوں ۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے تاکید اور وصیّت کے طور پر اس جملہ کو دوبار دہرایا ۔

پہلی لکھی ہوئی آیت قرآن مجید اور اس حدیث کی تلاوت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بھی اہلِ بیت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت و فضیلت اور اُن کے درجات و مراتب واضح کردیا ہے اور پھر نبیٔ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے اہل بیت کے بارے میں اپنی امّت کی توجّہ دلائی ہے اور اُن کے احترام و عظمت اور قدر دانی کی تلقین کی ہے ۔ یہ سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تاکید بھی ہے اور وصیّت بھی کہ میرے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور ان کے حق کی ادائیگی سے ہرگز کوتاہی نہ کرو ۔

حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اللہ ربّ العزّت نے نرینہ اولاد بھی عطا فرمائی جو عالم طفلی ہی میں رحلت کر گئے تھے اور لڑکیاں بھی اور یہ سب کے سب ام المومنین حضرت خدیجۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے ہی ہوئیں سوائے ایک لڑکے کے ۔ لڑکیوں میں حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زیادہ قریب بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی رہی ہیں ۔

ایک بار نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس حال میں تشریف لائے کہ آپؐ کے ساتھ علی بی بی فاطمہ زہرا ، امام حسؓن و امام حسینؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہم ایک ہاتھ سے دونوں کو پکڑے ہوئے تھے ۔ اپنے کاشانۂ اطہر میں اس طرح بیٹھے کہ سامنے حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم تھے اور دونوں نواسوں کو اپنی ایک ایک ران پر بٹھالیا اور اپنی چادر مبارک بیبٹی اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی :

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا ۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے یوں فرمایا : اللّٰھم ھٰؤلاءِ اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس و طھرھم تطھیرا : لعنی یا الٰہی ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں ان سے ہر ناپاکی دور فرما اور انھیں پاک کر کے خوب ستھرا کردے ۔

اھل بیت پنجتن پاک سے مراد لیتے ہیں : یعنی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ، حضرت علی حضرت فاطمہ ، امام حسؓن اور امام حسینؓ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم ۔ اس سلسلہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد جب بھی فجر کی نماز کو جاتے تو بی بی فاطمہ زہرا کے مکان کے پاس سے گزرتے فرماتے : الصّلاۃ اہل بیت

اہلِ بیت نماز پڑھو۔ پھر آیت کریمہ آخر تک تلاوت فرمائی۔
غرض اہلِ بیت سے مراد امّہات المومنین اور پنجتن پاک دونوں مراد ہیں۔
ان کے تعلق سے بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔ جو اُن کی شان، تعریف و ستائش اور مدح میں ہیں۔ ان کا صرف ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔
زید بن ارقم رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کی روایت ہے کہ فرمایا سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو قرآنِ پاک کی تلاوت و رغبت دلائی اور فرمایا دوسری گراں قدر چیز میرے اہلِ بیت ہیں۔ میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں اور اس سے ڈراتا ہوں۔ اس جملہ کو دو بار فرمایا۔
ترمذی شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے اور خطبہ دے رہے تھے۔ میں نے سُنا کہ آپؐ فرمارہے تھے: اے لوگو میں نے تمہارے درمیان وہ چیزیں چھوڑی ہیں اگر تم اس کو پکڑے رہوگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے اور وہ چیز ایک قرآن مجید ہے اور دوسری میری اولاد و ذُرّیت میرے اہل بیت۔　(مشکوٰہ شریف: ص: ۵۶۹)
رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بندۂ مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ مجھے اپنی جان سے میری اولاد کو اپنی اولاد سے میرے اہل کو اپنے اہل سے اور میری ذات کو اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ رکھے۔　(طبرانی: اشرف المؤید: ص: ۸۵)
حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت حسن و حضرت حسینؓ کے ہاتھوں کو پکڑا اور فرمایا جس نے مجھ سے محبت رکھی اور ان دونوں سے اور ان کے والدین سے محبت رکھی تو وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا۔　(امام احمد: اشرف المؤید: ص: ۸۶)
حضرت ابوذر غفّاری رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کعبۂ شریف کا دروازہ پکڑ کر فرمایا: میں نے نبیٔ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: آگاہ ہوجاؤ کہ میرے اہلِ بیت تم لوگوں کے لیے (حضرت) نوح (علیہ السلام) کی کشتی کے مانند ہیں۔ جو شخص کشتی میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس کشتی پر سوار ہونے سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہوا۔
طبرانی وحاکم ابنِ عباس رضی اللہ عنہٗ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بیت اللہ شریف کے ایک گوشہ اور مقام ابراہیمؑ کے درمیان چلا جائے

اور نماز پڑھے اور روزے رکھے پھر وہ اہل بیت کی دشمنی پر مر جائے وہ جہنم میں جائے گا۔
(اشرف المؤید: ص: ۹۲)

اہلِ بیت کے آداب واحترام کا کماحقہٗ لحاظ رکھنا لازمی اور ضروری ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آلِ رسولؐ کی ایک دن کی محبت ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔
(اشرف المؤید: ص: ۸۵)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کا فرمان ہے رسول اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کی خدمت کرنا مجھے اپنے رشتہ داروں کی صلہ رحمی سے زیادہ محبوب ہے۔
(اشرف المؤید: ص: ۸۷)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اے آلِ رسولؐ! آپ لوگوں کے لیے یہ عظیم فخر ہے کہ جو شخص آپ پر درود نہیں بھیجتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (نماز کامل نہیں ہوتی ہے۔
(اشرف المؤید: ص: ۸۸)

ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے نقل کیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپؐ کے وہ کون سے رشتہ دار ہیں جن کی محبت ہم پر لازم ہے: فرمایا علی، فاطمہ اور ان کی اولاد رضی اللہ عنہم

اہلِ بیت کرام کی بہت سی خصوصیات ہیں۔ اہل بیت کو زکوٰۃ، صدقہ کا مال دینا حرام ہے مسلم شریف میں حضرت عبد المطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زکوٰۃ کا مال لوگوں کی میل ہے اور وہ محمدؐ، آلِ محمدؐ و آلِ ہاشم کے لیے جائز نہیں۔

بخاری ومسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہٗ نے زکوٰۃ کی ایک کھجور اٹھائی اور منہ میں رکھ لی تو سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھی چھی۔ اسے پھینک دو۔ اور فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم زکوٰۃ نہیں کھایا کرتے۔
(مشکوٰۃ شریف: ص: ۱۶۱)

فضل بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے نبیٔ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر فرما دیں تو آپؐ نے فرمایا: اللہ کی پناہ! میں تمہیں لوگوں کے گناہوں کے دھوون وصول کرنے پر مقرر کردوں؟ بنی ہاشم کے آزاد کردہ غلاموں پر بھی زکوٰۃ جائز نہیں ہے۔

اہلِ بیت حسب ونسب میں سارے انسانوں سے افضل ہیں۔ برکاتِ آلِ رسول میں ہے کہ آں حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں قبیلۂ کنانہ کو منتخب فرمایا اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو منتخب فرمایا۔

طبرانی اور دار قطنی میں ہے سرکارِ مدینہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میں اپنی امت میں سب سے پہلے اپنے اہلِ بیت کی شفاعت کروں گا، پھر دوسرے لوگوں کی اور میں جس کی پہلے شفاعت کروں گا وہ زیادہ فضیلت والا ہے۔

صحابۂ کرام کے زمانہ میں شریف (سید) کا لفظ ہر اس فرد کے لیے بولا جاتا تھا جو اہلِ بیتِ رسالت سے ہو۔ چاہے وہ حسنی ہو حسینی ہو یا علوی، حضرت محمد بن حنیفہ کی اولاد ہو یا حضرت علی رضی کی دیگر اولاد سے، حضرت جعفر یا حضرت عقیل کی اولاد سے ہو یا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہو۔ اور جب مصر میں فاطمین کی خلافت رہی تو انہوں نے شریف (سید) کا لفظ حضرت حسن رضی و حسین رضی کی اولاد کے ساتھ خاص کر دیا۔ اور مصر میں آج تک یہ اصطلاح جاری ہے۔ (الشرف المؤبد: ص: ۴۰)

علامہ نبہانی علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ مشرق و مغرب کے اسلامی ممالک میں جب عربی میں شریف کا لفظ بولا جاتا ہے تو حسنی یا حسینی سید مراد ہوں گے۔ حجاز میں "شریف" کا استعمال حسنی سادات کے لیے اور سید کا استعمال حسینی سادات کے لیے بولا جاتا ہے۔

اہلِ بیت میں جو بے عمل ہوں ان کی بھی تعظیم لازمی ہے۔ جب تک ان سے کفر نہ صادر ہو جائے کیوں کہ ان کا گناہ بخشا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان کی غلطیوں سے درگزر فرمائے گا۔ اگرچہ انھیں موت سے پہلے توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا

اے اہلِ بیت اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں ہر قسم کے گناہوں سے پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔ (پ: ۲۲: رکوع: ۱)

مضمون کے اختتام پر ایک حدیث شریف کا ترجمہ پیش ہے ملاحظہ فرمائیے:

تفسیرِ کشاف میں ہے کہ:

سرکارِ اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو اہلِ بیت کی محبت پر فوت ہوا اس نے

شہادت کی موت پائی اور وہ اس حال میں فوت ہوا کہ اس کے گناہ بخشے جائیں گے۔

جو آلِ بیت کی محبت میں فوت ہوا وہ تائب ہوکر فوت ہوا۔ خبردار ہوکر سُن لو جو شخص اہلِ بیت کی محبّت پر فوت ہوگا وہ مکمل ایمان کے ساتھ فوت ہوگا پھر فرمایا کان کھول کر سُن لو جو شخص اہلِ بیت کی محبّت پر فوت ہوا اُسے حضرت عزرائیل علیہ السلام اور منکر نکیر جنّت کی بشارت دیتے ہیں اور فرمایا: آگاہ ہوجاؤ جو شخص اہلِ بیت کی محبّت پر فوت ہوا اُسے ایسی عزّت کے ساتھ جنّت روانہ کیا جاتا ہے جیسے دولھن دولھا کے گھر بھیجی جاتی ہے اور ارشاد ہوا جان لو جو شخص اہلِ بیت کی محبّت پر فوت ہوا اس کی قبر میں جنّت کے دو دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور فرمان ہے کہ جو شخص اہلبیت کی محبت پر فوت ہوا اس کی قبر کو ملائکہ رحمت کی زیارت گاہ بنا دیتے ہیں۔ اس کے بعد آقائے نامدار صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلَا وَمَن مَّاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَی السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

آگاہ رہو۔ جو شخص اہلِ بیت کی محبت پر فوت ہوا وہ سنّت وجماعت پر فوت ہوا۔

(تفسیر کبیر: ص: ۳۹۰ : ج: ۷)

اللہ آپ کو اور ہم سب کو اہلِ بیت کی عزّت وتوقیر اور محبت سے سرفراز فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم۔ ••

آیاتِ قرآنی کی حیرت انگیز تاثیر

سیّد قادر باشاہ کنڈیلوی۔ زمرۂ رابعہ : دار العلوم لطیفیہ حضرت مکان۔ ویلور

آیاتِ قرآنی کی تاثیر اظہر من الشمس ہے۔ سخت سے سخت دلوں کو موم کی طرح نرم کر دیتی ہیں۔ اور چشم زدن میں سیاہ قلوب کو منوّر اور روشن کر دیتی ہیں۔ یہ دراصل اعجاز ہے قرآن کریم کا کہ جس نے ہزاروں انسانوں کی زندگی کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ اسلام کی تاریخ ایسے حیرت انگیز واقعات سے بھری پڑی ہے۔

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنے ابتدائی دور میں بڑے سخت اور اسلام کے دشمن تھے۔ کلمۂ توحید اور سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی نفرت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا پروگرام بھی بنا لیتے ہیں اور ننگی تلوار لے کر گھر سے نکل پڑتے راستے میں نعیم بن عبد اللہ سے ملاقات ہوتی ہے اور وہ پوچھتے ہیں : عمر! کہاں جا رہے ہو؟ کہتے ہیں آج محمدؐ کا فیصلہ کرنے جا رہا ہوں۔ نعیم بن عبد اللہ نے کہا : پہلے اپنے گھر کی خبر لو! تمہارے بہنوی سعدؓ ابن زید، تمہاری بہن فاطمہؓ محمدؐ پر ایمان لا چکے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ غصّہ کے عالم میں اسی وقت پلٹ جاتے ہیں اور بہن کے گھر پہنچتے ہیں۔ وہ قرآن کریم پڑھ رہی تھیں۔ گھر میں داخل ہوتے ہی برس پڑے : تم دونوں دین سے پھر گئے ہو۔ بہنوی کو مارنے پیٹنے لگے تو فاطمہؓ نے اپنے شوہر کو بچانے کے لیے درمیان میں آگئیں تو اپنی بہن کو بھی اتنا مارا کہ لہو لہان ہو گئیں۔ اور اسی حالت میں بول اٹھیں : عمر! تم سے جو ہو سکتا ہے کر ڈالو۔ مگر یاد رکھو اب اسلام دل سے نہیں نکل سکتا۔ بہن کے ان الفاظ نے حضرت عمر کے دل پر ایک خاص اثر ڈالا۔ بہن کی طرف محبت سے دیکھا، ان کے جسم سے خون بہہ رہا تھا۔ حضرت عمر کا دل یہ دیکھ کر بھر آیا۔ دیر تک خاموش رہے۔ پھر فرمایا : مجھے بھی دکھاؤ تم کیا پڑھ رہے تھے۔ بہن نے کہا : تم شرک کی وجہ سے نجس ہو۔ پہلے غسل کرو، اس کے بعد وہ چیز تمہیں دکھلا دیتی ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ

احکامِ خداوندی

جمیل احمد شریف نبجنگڈھی متعلم دارالعلوم لطیفیہ، حضرت مکان ۔ ویلور

اُمتِ مرحوم کا جب تک تھا قرآں پر عمل
اس کی شوکت ساری دُنیا میں رہی ضرب المثل
چھوڑ کر قرآں کو مسلم حق سے بیگانہ ہُوا!
دین بھی رسوا کیا اور آپ بھی رسوا ہُوا

علامہ اقبالؒ

اللہ تعالیٰ کا بے پناہ شکر و احسان ہے کہ اس نے انسانوں کو زندگی گزارنے کے سلیقے و آداب اور طور طریقے اپنے صالح و برگزیدہ بندے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰت والسلام کے ذریعہ بتلا دیا کہ لوگ ان کو اپنا کر خوش گوار زندگی گزار سکیں ۔ حضور پُر نور سیدنا محمد عربی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو تمام نبیوں کے آخر میں مبعوث فرما کر آپؐ کے ذریعہ ایسے ایسے احکامات عنایت فرمایا جن پر عمل پیرا ہو جائے تو ہر انسان کی زندگی پاک و صاف بسر ہو سکتی ہے ۔ اور دنیا و آخرت میں اللہ تعالےٰ کی رحمتوں کی مستحق قرار پا سکتی ہے ۔ ذیل میں چند ایسی آیتوں کا مفہوم نیز ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے، جن کے مطالعہ سے مفید اور کارآمد احکام و مسائل کا علم ہو سکتا ہے ۔

۱ اے لوگو! خدا کے احکام کو ہنسی کھیل نہ سمجھو اور خدا نے تم پر جو احسان کئے ہیں ان کو یاد کرو اور اس کا یہ احسان بھی یاد کرو کہ اس نے تم پر کتاب اور عقل کی باتیں اُتاری ہیں ۔ اور مقصد یہ کہ تم کو ان احکام کے یا اس کتاب کے ذریعہ سے نصیحت کرے اور ہمیشہ اللہ کی نافرمانی سے ڈرتے رہو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے ۔

۲ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اے پیغمبر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یہ کتاب قرآن مجید جو ہم نے تمہارے طرف اُتاری ہے بڑی بابرکت ہے ۔ لوگوں کو چاہیئے کہ اس کی آیتوں میں

نہا دھو کر فارغ ہوئے تو بہن نے قرآن کے اوراق لاکر سامنے رکھ دیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن کے اوراق اٹھا کر دیکھا تو سبح للہ ما فی السمٰوٰت والارض وھو العزیز الحکیم کی آیت پہ نگاہ پڑی۔ قرآن کے معجزانہ الفاظ تیر بن کر قلب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں پیوست ہوگئے اور وہ اسی وقت بے اختیار پکار اٹھے: اشھد ان لا الٰہ الا اللہ۔ یہ وہ وقت تھا کہ محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم حضرت زید بن ارقم کے مکان میں تشریف فرما تھے حضرت عمرؓ آستانہ مبارک پہ پہنچے اور دستک دی لوگوں نے دروازہ کے سوراخ سے دیکھا کہ حضرت عمرؓ شمشیر لیے ہوئے کھڑے ہیں۔ حضرت عمرؓ کی اسلام دشمنی سے صحابہ کرامؓ کو دروازہ کھولنے میں تردد ہوا اس موقعہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا شمشیر لے کر آیا ہے اگر ارادہ نیک ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر اڑا دوں گا۔ خود آگے بڑھے اور دروازہ کھول دیا۔ حضرت عمرؓ نے اندر قدم رکھا تو حضورؐ نے فرمایا: کس ارادے سے آئے ہو؟ نہایت عاجزی سے فرمایا کہ ایمان لانے کے ارادے سے حاضر ہوا ہوں۔ سرکار دوعالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے نعرۂ تکبیر بلند فرمایا۔ اور تمام صحابۂ کرام اجمعین نے بھی اس زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ قرآن کریم کی معجزانہ تاثیر اور شان کا یہ واقعہ بھی عبرت خیز ہے۔

حضرت فضیل ابن عیاضؒ اپنے زمانہ کے زبردست ڈاکو تھے۔

ایک مرتبہ رات کی تاریکی میں ڈاکہ ڈالنے کی نیت سے اپنے گھر سے باہر نکلے اور ایک مکان میں ڈاکہ ڈالنے کی تیاری میں مصروف تھے کہ اچانک کیا دیکھا کہ صاحب خانہ قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہیں اور ان کی زبان پہ یہ آیت کریمہ جاری ہے:

الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ: کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں۔ اس آیت کریمہ کی آواز فضیل کے کانوں میں پہنچی تو اللہ کے خوف سے لرز اٹھے اور اسی وقت واپس آکر شاہ راہ کے کنارے ایک گڑھے میں بیٹھ گئے آنسوؤں کا سیلاب امڈ پڑا دل اپنے گناہوں پہ ملامت کرنے لگا۔ اتنے میں ایک قافلہ اسی راستے گزرنے والا تھا۔ اس میں کسی نے کہا کہ اس راستے سے نہ جاؤ کیوں کہ فضیل ڈاکو اسی علاقہ میں رہتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ہم پہ حملہ آور ہو جائے۔ اس بات کو سن کر قافلہ والوں میں طرح طرح کی باتیں ہونے لگیں۔

یہ باتیں سن کر فضیل حد درجہ شرمندہ اور نادم ہو گئے اور دل ہی دل میں کہنے لگے کہ ہائے افسوس! میں کتنا بڑا گناہ گار ہوں سیاہ کار ہوں کہ میرے خوف سے اللہ کے بندے رات میں سفر کرنے سے ڈر رہے ہیں۔ روتے روتے صبح ہو جاتی ہے۔ علی الصباح مکہ مکرمہ پہنچ جاتے ہیں اور صدق دل سے توبہ کرتے ہیں اور عہد کر لیتے ہیں کہ آئندہ کبھی کوئی بھی غلط اور گناہ کا کام نہیں کروں گا۔ اس کے بعد ان کی زندگی میں حیرت انگیز انقلاب رونما ہوتا ہے۔ وہ گناہوں سے دور اور نیکیوں سے قریب ہوتے جاتے ہیں۔ لوگوں کا لوٹا ہوا مال ایک ایک کر کے واپس کرتے اور ان سے معافی مانگتے پھرتے رہتے ہیں۔

جب ان کا انتقال ہوا تو بیت اللہ شریف کے امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ اپنی زبان سے یہ اعلان فرمایا کہ آج اللہ کا خوف رکھنے والا ایک بندہ ہم سے جدا ہو گیا ہے۔

مذکورہ ایمان افروز واقعات دعوت عبرت دے رہے ہیں کہ کلامِ الٰہی کی تاثیر سے لوگوں کے دل کی دنیا بدل گئی۔

لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ قرآن کریم کو خوب غور و فکر اور تدبیر کے ساتھ تلاوت کریں تاکہ اس کی تاثیر اور فیضان سے ہمارے قلوب کو ایمانی زندگی نصیب ہو۔

احکامِ خداوندی

جمیل احمد شریف ننجنگڈھی متعلم دارالعلوم لطیفیہ، حضرت مکان۔ ویلور

اُمّتِ مرحوم کا جب تک تھا قرآن پر عمل
اس کی شوکت ساری دُنیا میں رہی ضرب المثل
چھوڑ کر قرآن کو مسلم حق سے بیگانہ ہُوا!
دین بھی رسوا کیا اور آپ بھی رُسوا ہُوا

علامہ اقبال رح

اللہ تعالیٰ کا بے پناہ شکر و احسان ہے کہ اس نے انسانوں کو زندگی گزارنے کے سلیقے و آداب اور طور طریقے اپنے صالح و برگزیدہ بندے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰت والسلام کے ذریعہ بتلا دیا کہ لوگ ان کو اپنا کر خوشگوار زندگی گزار سکیں۔ حضور پُر نور سیدنا محمد عربی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو تمام نبیوں کے آخر میں مبعوث فرما کر آپ کے ذریعہ ایسے ایسے احکامات عنایت فرمایا جن پر عمل پیرا ہو جائے تو ہر انسان کی زندگی پاک وصاف بسر ہو سکتی ہے۔ اور دنیا و آخرت میں اللہ تعالےٰ کی رحمتوں کی مستحق قرار پا سکتی ہے۔ ذیل میں چند ایسی آیتوں کا مفہوم نیز ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے، جن کے مطالعہ سے مفید اور کارآمد احکام و مسائل کا علم ہو سکتا ہے۔

۱ اے لوگو! خدا کے احکام کو ہنسی کھیل نہ سمجھو اور خدا نے تم پر جو احسان کئے ہیں ان کو یاد کرو اور اس کا یہ احسان بھی یاد کرو کہ اس نے تم پر کتاب اور عقل کی باتیں اُتاری ہیں۔ اور مقصد یہ کہ تم کو ان احکام کے یا اس کتاب کے ذریعہ سے نصیحت کرے اور ہمیشہ اللہ کی نافرمانی سے ڈرتے رہو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

۲ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اے پیغمبر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یہ کتاب قرآن مجید جو ہم نے تمہارے طرف اُتاری ہے بڑی بابرکت ہے۔ لوگوں کو چاہیئے کہ اس کی آیتوں میں

غور کریں۔ اور جو صاحبِ علم وفہم ہیں اس کے مطالب اور معانی سے عبرت ونصیحت حاصل کریں۔

۳ پروردگارِ عالم کا ارشاد ہے: کہ اے حضور پُر نور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہم نے تمہارے پاس ایسی آیتیں بھیجی ہیں جن کا مطلب صاف اور واضح ہے اور ان سے انکار وہی لوگ کرتے ہیں جو نافرمان ہیں۔

۴ اے مسلمانو! تم اللہ سے ڈرو، جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا' اللہ اس کے کام آسان کر دیگا۔

۵ اے مسلمانو! تم اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو۔ تاکہ تم فلاح پاؤ۔

۶ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالےٰ اس کے لیے خوش حالی پیدا کر دیتا ہے۔ اور اُسے ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے۔ جہاں اس کا گمان اور خیال بھی نہیں جاتا۔ لہذا صرف اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی فرماں برداری کرو۔ اگر تم ایمان دار ہو۔

۷ متقی وہ لوگ ہیں' جو تنگ دستی اور خوش حالی دونوں حالتوں میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے اور غصّہ کو روکتے ہیں اور لوگوں کے قصوروں کو معاف کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

۸ مومن ایسے نیک دل ہوتے ہیں کہ بہ تقاضائے بشریت جب اُن سے کوئی بُرا کام سرزد اور کوئی بے جا بات نکل جاتی ہے اور ان کا نقصان ہو جاتا ہے تو فوراً اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کے علاوہ بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے بھی کون؟ اور اگر بے جا بات کر بیٹھتے ہیں تو دیدہ ودانستہ اس پر اصرار نہیں کرتے۔

۹ اے پیغمبر! مسلمان عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ اور اپنی زینت کے مقامات کو ظاہر نہ ہونے دیں۔ مگر جو اس میں سے چارو ناچار کھلا رہتا ہے اور اپنے سینوں پر ڈوپٹے اوڑھے رہا کریں۔ اور خاوند اور باپ اور خسر اور بیٹوں اور خاوندوں کے بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنی ہم جنس عورتوں اور لونڈی غلاموں کے سوا، نیز اُن خدّام کے جو عورتوں کی خواہش نہ رکھیں یا ایسے

لوگوں کے سوا کسی پر اپنی نسبت کے مقامات کو ظاہر نہ ہونے دیں۔

۱۰ مسلمانو! اللہ تعالےٰ کے دین کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور ایک دوسرے سے متفرق نہ ہو جاؤ۔ پھوٹ سے ڈرو۔ اللہ تعالےٰ کا یہ احسان یاد کرو تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اللہ ہی نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔

غرض ایک مسلمان کی شان یہ ہونی چاہیے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالےٰ کے احکامات پہ عمل کرتا رہے خواہ ملک وسلطنت بھی ہاتھ سے نکل جائے لیکن اللہ تعالےٰ کے حکم کے ساتھ بیوفائی نہ کرے۔ ؎

اگر ملک ہاتھوں سے جاتا ہے جائے ۔۔۔ تو احکام حق سے نہ کر بے وفائی

نعتِ شریف

ساقی ایوبی حیدرآباد

زندگی کو پڑ گئی جب بھی ضرورت آپؐ کی
ڈھونڈ لی قرآن کے پاروں میں صورت آپؐ کی

ساتھ لے کر ایک دن دنیا سے اُٹھ جائیں گے ہم
آنکھ میں تصویرِ طیبہ دل میں چاہت آپؐ کی

دے دیا کرتی ہے دُنیا اس کو دیوانے کا نام
جس کسی پہ خاص ہوتی ہے عنایت آپؐ کی

زندگی بھر کی عبادت مجھ کو تکتی رہ گئی!
کام آئی حشر کے دن بس شفاعت آپؐ کی

ذرّہ ذرّہ کی زباں پہ آپؐ ہی کا نام ہے
آسمانوں پہ بھی ہوتی ہے اطاعت آپؐ کی

آئینہ قوسین کا ساقیؔ ہے حیراں آج تک!
یہ ہے صورت آپؐ کی یا وہ ہے صورت آپؐ کی

پیش کش:۔ سید محمد گیسو دراز قادری عرف محسن۔ حیدرآبادی

نعت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا احمد رضا خان صاحب علیہ الرحمہ

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے وہ جانے والے

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے

برستا نہیں دیکھ کر ابرِ رحمت
بروں پر بھی برسا دے برسانے والے

رہے گا یوں ہی اُن کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائے جل جانے والے

تیرا کھائیں تیرے غلاموں سے اُلجھیں
ہیں منکر عجب کھانے غرّانے والے

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

رضاؔ نفس دشمن ہے دم میں نہ آنا
کہاں تم نے دیکھے ہیں چندرانے والے

پیش کش؛
حافظ شیخ پیر محمد لطیفی
چدمبرم

نعتِ شریف

پروفیسر ڈاکٹر
سیّد وحید اشرف اشرفی
اشرفی الجیلانی کچھوچھوی
سابق صدر شعبۂ عربی، فارسی،
اردو۔ مدراس یونیورسٹی

پیش کش :- سید تبریز قادری، گلبرگہ (کرناٹکا)

عشقِ رسولؐ ہو نہ تو جینا فضول ہے
جینا اسی کا ہے جسے عشقِ رسولؐ ہے

روشن ہیں مہر و ماہ ضیائے رسولؐ سے
یہ کہکشاں بھی نعلِ مُبارک کی دُھول ہے

انسانیت کی جس سے ہے دارین میں فلاح
وہ اُسوۂ مُبارکِ ذاتِ رسُول ہے

کیا پوچھتے ہو کیا ہے چمن اہلِ بیتؓ کا
اس باغ کا جو پھُول ہے جنّت کا پھُول ہے

مومن نے حق کو دیکھا جو دیکھا رسُولؐ کو
دیدارِ حق جہاں میں دیدِ رسُول ہے

حسرت ہے پھر میں دیکھ لوں حضرتؐ کو خواب میں
محرومِ دید ہوں میں تو خاطر ملول ہے

غالب جہاں میں دَورِ جہالت ہوا ہے پھر
انصاف ہے نہ عدل کا کوئی اصول ہے

اب بھی ہے راہِ صلح و سلامت کھلی ہوی
لیکن ستم گروں کو کہاں یہ قبول ہے

دُنیا کو دے دے عدل و مساوات کا سبق
ایسا کوئی فدائے اصولِ رسُول ہے

اعمال معتبر ہیں جو ایمان ہو معتبر
ایمان معتبر ہے جو حُبِّ رسُول ہے

اشرفؔ کو ہے نبیؐ کی شفاعت کا آسرا
اعمال پر بھروسہ تو بندے کی بھُول ہے

جامِ وحدت

ڈاکٹر حکیم سیّد افسر باشاہ قاسمی صبغۃ اللّٰہی

اپنے اللہ سے لو لگانا، کھیل کچھ ایسا ویسا نہیں ہے
سر جھکاؤ تو دل بھی جھکاؤ، ورنہ دھوکہ ہے سجدہ نہیں ہے

آ سکے کوئی غیر اب نہ دل میں، غیر دل میں تو جچتا نہیں ہے
وہ توجہ کرم اور عنایات، اب تو کوئی بھی تم سا نہیں ہے

ہو گیا ہے یہ جب سے تمہارا، غیر خاطر میں لاتا نہیں ہے
میرے دل میں ہے عشق محمدؐ، مجھ کو دنیا کی پروا نہیں ہے

بندگی کیا ہے؟ تفویض و تسلیم، اپنی مرضی پہ چلنا نہیں ہے
قیدِ منزل سے آزاد ہو کر، کوئی سجدہ بھی سجدہ نہیں ہے

بندگی کو سمجھتا ہے آساں، یہ بڑی بھول ہے تیری ناداں
زندگی نذر کرنی پڑے گی، دو گھڑی کا تماشا نہیں ہے

ڈھونڈتا ہوں جدھر بھی میں تجھ کو ہر طرف سایۂ تو ہی تو ہے
ہاں بتا تو ہی مجھ کو یہ آخر، کس جگہ تیرا جلوہ نہیں ہے؟

زیست اپنی یہ میں نے مٹا دی، تیری الفت کو خاطر میں لا کر
ہم سفر ٹھہر جاؤ گھڑی بھر، مجھ کو چلنے کی پروا نہیں ہے

معجزہ کنکروں کا ہے کیا کم؟ اور ید اللہ فوق ایدیہم
آپؐ کا کہنا اللہ کا کہنا، فرقِ خالق و بندہ نہیں ہے

سر کٹا کر دیا درسِ وحدت، جاہ و حشمت بھی زیبِ شجاعت
درد سے بھر نہ آئے یہ کیوں کر، دل تو ہے سنگِ خارا نہیں ہے

لاکھ طاقت بھی اس تک نہ پہنچے، جس نے جاناں کو دل میں بسایا
حوضِ کوثر سے سیراب جو ہے، زندگی میں وہ پیاسا نہیں ہے

سر جھکاتے ہی کعبہ ہو حاضر ایسے سجدے میں خالق ملا ہے
پوچھتے ہو کیا راہِ قلندر؟ پارسائی طریقہ نہیں ہے

ذرّہ ذرّہ میں تصویرِ جاناں، کو بہ کو ہو بہو میں نے جانا
راہِ وحدت میں مطلب یہی ہے، میرے دل میں تو تم سا نہیں ہے

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہماری کچھ تو ہماری خبر تک نہ آئی
بے خودی کے اس عالم میں میرا اپنے مولا سے پردہ نہیں ہے

ذاتِ وحدت کا رستہ ہے نازک اس کے ادراک میں سب ہیں حیراں
قطرہ دریا سے کیوں کر جدا ہو؟ ایسے عقدہ کا چارہ نہیں ہے

میرے دل میں ہے تصویرِ جاناں جوں ہی گردن جھکا لی تو دیکھا لی
آدمی پانی کا بلبلہ ہے، زندگی کا بھروسہ نہیں ہے

بے [illegible] کے لیے ہے سہارا، اپنا جلوہ دکھا دو محمدؐ
شوقِ دیدار و تشنہ جگر کا، اب تو کوئی مداوا نہیں ہے

رسمِ منزل کو دیکھا ہے جب سے، نازِ الفت میں کھویا ہوا ہے
خاموشی ہی بھلی سمجھو افسرؔ اس سے بہتر کوئی راہ نہیں ہے

پیشکش:۔ حافظ امتیاز احمد لطیفی۔

اللطیف

دار العلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور